U3435 19-12-09.

Title - MAJMUA QASAYAD MOMIN

Creator - Momin Khan Momin Dehelvi; Murattiba Zia Ahmad Badauni.

Publisher - Al Nazir Press (Lucknow).

Date - 1925

Pages - 102

Subject - Urdu Qasayad

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا

مجموعۂ قصائد مومن

مرتبہ

ضیاء احمد (ایم اے) بدایونی

جس میں ہندوستان کے مشہور نازک خیال حکیم مومن خاں مومن دہلوی کے اردو قصائد تصحیح اور اضافہ مقدمہ و حواشی کے ساتھ درج ہیں

باہتمام اسحٰق علی علوی مالک و پرنٹر

النّاظر پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۲۵ء

فہرست مضامین

انتساب

لائق نہ بود قطرہ بہ عماں بُردن　　　　خار وخسِ صحرا بہ گلستاں بُردن

اما چہ کنم کہ رسم مورے باشد　　　　پائے ملخے پیشِ سلیماں بردن

میں غایت خلوص و ارادت اور کمال افتخار و مباہات کے ساتھ اپنی اس ننگ مایہ ادبی خدمت کو مخدوم ملت فخر قوم عالیجناب آنریبل جسٹس ڈاکٹر شاہ محمد سلیمان ایم اے ایل ایل ڈی کے نام نامی سے (جن کی ذات گرامی مغربی تعلیم کے اعلیٰ مدارج طے کرنے اور اپنے عالیقدر منصب کی اہم ذمہ داریاں رکھنے کے باوجود مشرقی روایات کی حامل اور قومی خدمات کی کفیل ہے) اُس ذوق صحیح اور شغف عظیم کی بنا پر جو جناب ممدوح کو ایشیائی شاعری اور اُردو ادب کے ساتھ ہے باجازت خاص معنون کرنے کی مسرت حاصل کرتا اور اپنے لیے سرمایۂ نازش بہم پہونچاتا ہوں۔

نیازکیش ضیا

اعتذار

عجز انسان کے لیے منقصت ہے اور اعترافِ عجز فضیلت۔ مجھے نہایت صفائی کے ساتھ اقرار کرنا چاہیے کہ صحت کے بلند آہنگ دعووں اور پیہم کوششوں کے باوجود یہ کتاب بھی سہوِ کتابت سے خالی نہ رہی۔ قارئین کرام معذرت قبول فرمائیں اور تصحیح کر لیں۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
الف	۱۰	زبان	زمان
ب	۶	بدر	بدو
"	۱۴	پلوانی	بدایونی
ہ	۳	سنہ ۱۹۲۲ء	سنہ ۱۹۲۴ء
و	۲	سنہ ۱۲۶۹ء	سنہ ۱۲۴۸ھ
ز	۱	انگریز	انگریزی
ک	۷	پیچیدگی ساتھ	پیچیدگی کے ساتھ
م	۱۰	خوف وتردید	خوفِ تردید
ص	۴	لو	تو
"	۹	عالم	عام
ق	۱۷	زبان	زبان
ر	۱۰	خط کو	خط کی
ض	۲	عمان ہم	عمان ہم
ظا	۴	کون زحل سے	یون زحل سے
غ	۹	گل تری	گل طری
۱۸	۶	چشم بصر	چشم بشر
۲۵	۴	معجر	خاور
"	۵	خاور	معجر
۲۶	۷	(کیوان)	زحل (کیوان)
۲۸	۷	چارہ فرمایئے	چارہ فرمائیے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	۱	سائل	ساحل
″	۱۱	طعمہ	طعمہ
۴۲	۱۰	وز	موثر
۴۵	۵	اسفل	سافل
۵۱	۱	قضائے	فضائے
۶۲	۹	مہمان	تیغ کے مہمان
۶۷	۹	قصہ	قصد
″	۱۰	اُچک	آچک
۷۱	۱۰	مقدر کہتے ہیں	تقدیر کہتے ہیں
″	۱۲	ٹھہرنا	ٹھہرا
۷۷	۱۳	شبستاں	شبستانی
۸۱	۱۲	مارگردن	بارگردن
۸۲	۱۴	اوپر	اودھر
۸۳	۱۱	دامنِ گل	دامن
″	۱۲	نجومی	نجوم
۸۴	۳	سجدی	سجدہ
۸۹	۵	روزِ محشری	روز محشری (بے اضافت)
″	۷	مذاقِ شکری	مذاق شکری (بے اضافت)
۹۰	۶	گھر	گر
″	۷	پاس	یاس
۹۳	۱۰	اس	اسکی
۹۴	۸	حکومت	محاصل حکومت
″	۱۳	اضافہ کرنا	اضافہ نہ کرنا
۹۵	۶	امتیاز	امتزاج
″	۱۰	حلق	خُلق
۱۰۰	۳	جبرتی	حیرتی

قولِ شارح

انسان نے جب عالمِ شعور میں پہلے پہل آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو تمامتر جذبات کی حکومت میں پایا- یہی وجہ ہے کہ جس چیز کو اُسنے جلال یا جمال کا مظہر سمجھا اُسی کو معبود قرار دے لیا- انھیں وارداتِ قلبی کی تصویر کا نام شعر ہے اَلشِّعْرُ مَا تَنْبَسِطُ بِهِ النَّفْسُ اَوْ تَنْقَبِضُ- یہ تعریف (اور کسی جامع و مانع تعریف کے مبحث کا یہ موقع بھی نہیں) نسبتہً محدود سہی لیکن کم از کم ایشیائی شاعری کے بڑے حصہ پر ضرور صادق آتی ہے-

اب ان واردات و جذبات میں جذبۂ محبت کو لیجئے جو تمام جذبات میں قوی تر اور جسکی حکومت سب سے زیادہ عالمگیر ہے- دنیا نے ہزاروں پلٹے کھائے اور کھائیگی- زمانہ نے لاکھوں کروٹیں بدلیں اور بدلے گا- لیکن عشق کے جذبے اور حسن کے جلوے نہ بدلے اور نہ بدلیں گے نہ یہ زمان سے مخصوص ہیں نہ مکان سے- نہ کسی فرد پر منحصر ہیں نہ قوم پر- اُسی داعیہ قلبی اور جاذبہ فطری کے بیساختہ اُبل پڑنے کو میں حقیقی تغزل سے تعبیر کرونگا- اور یہی سبب ہے کہ جو باکمال اس مصوری میں پورا اترتا ہے وہی جذباتِ انسانی کا صحیح نبض شناس سمجھا جاتا ہے-

تغزل کو خیالات اور سوز و گداز کے مضامین مین اردو شاعری میر کے بعد جسقدر مومن کی طرفہ کار طبیعت اور دور رس تخیل کی رہین منت ہے کسی دوسرے کی نہین۔ لیکن افسوس کہ مومن کے پیچیدہ اسلوب بیان اور اُسپر مستزاد مطبعون کی تصحیف و تحریف نے اس باکمال کے کلام مطبوع کو اس قابل نہین رکھا کہ عام فہم کہا جا سکے۔

خاکسار کو فطرۃً بدو شعور سے شعر و سخن سے ذوق اور دیوانون کا شوق رہا۔ علاوہ برین خاندان کے علمی مشاغل نے سونے پر سوہاگے کا کام دیا۔ اور شروع سے یہی چرچے کانون مین پڑے۔ یہی وجہ ہوئی کہ طالبعلمی ہی کے زمانہ مین اردو۔ فارسی۔ عربی کے اساتذہ کے دیوان مطالعہ مین رہنے لگے اُسی دوران مین یہ خیال پیدا ہوا کہ دیوان مومن کو اس طریقہ سے اڈیٹ کیا جاے کہ دیوان کامل تصحیح و تشریح کے ساتھ علم دوست پبلک کے ہاتھون مین پہونچے۔ مگر اُس زمانہ مین چند در چند ایسے موانع پیش آئے کہ یہ خیال قوۃ سے فعل مین نہ آسکا۔ اس مرتبہ میرے لائق دوست اور عزیز قاضی حضور الرحمٰن صاحب مختار بدیوانی نے مجھے مشورہ دیا کہ مومن کے ہمسر اور ہمعصر اساتذہ (غالب اور ذوق) کے ساتھ تونک کے ذی علم طبقہ نے بجا طور پر کافی اعتنا کیا ہے۔ چنانچہ بازار کے معمولی نسخہ کے علاوہ اُستاد ذوق کا کلام اُنکے فاضل شاگرد شمس العلماء مولوی محمد حسین

آزاد نے اس اہتمام و صحت کے ساتھ چھاپا ہے کہ لائق دید بھی ہے۔ اور قابل داد بھی۔ یہ ہے مرزا غالب سو انکے دیوان سے نئی تعلیم یافتہ جماعت جسقدر مانوس ہے اُسکا ثبوت یہ ہے کہ برکن اور بھوپال وغیرہ سے قطع نظر کرکے صرف ہمارے بدایون سے اسوقت تک چار دیدہ زیب اڈیشن تصحیح و تشریح کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ مگر مومن کی طرف اسوقت تک کسی نے توجہ نہین کی۔ مناسب ہے کہ صحت و صفائی کے اہتمام کے ساتھ ضروری فٹ نوٹ بڑھا کر کلام مومن کا صحیح نسخہ شائع کیا جاے۔ اُن کا یہ مشورہ دراصل سرود بہ مستان یاد دہانیدن کا مصداق تھا۔ مینے تہیہ کر لیا کہ حتے الوسع اس کام کو فوراً شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے کلیات مذکور کے مستند و سنون اور مطبعون کے آٹھ دس پرانے نسخے فراہم کیے گئے اور اسی سلسلہ مین بعض مقامات کا سفر بھی اختیار کیا گیا۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمام نسخے آپسمین مختلف نکلے گو غلط ہونے مین سب یکسان تھے۔ بہرحال اپنے امکان بھر مقابلہ کرکے صحت کی گئی اور مشکل اشعار کے ذیل مین ضروری نوٹ اضافہ کر دئے گئے۔ اور جہان باوجود مقابلہ اور سعی کے شعر صاف نہ ہوسکا وہان ذاتی اجتہاد سے کام لیا اَلْمُجْتَهِدُ قَدْ يُخْطِئُ وَ يُصِيبُ پھر بھی وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے

کہ مشہور و متداول مطبوعہ نسخوں سے اس ایڈیشن کو صحیح تر پائے گا۔
کسی نے سچ کہا کہ مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتُهْدِفَ اس بنا پر اگر کسی سمت
سے تعریض و اعتراض کی آواز بلند ہو تو خلاف توقع نہیں کہی جا سکتی۔
البتہ قارئین کرام سے یہ استدعا ہے کہ اگر کوئی غلطی پائیں (کیونکہ مجھے معصوم
ہونے کا ادعا نہیں) تو وہ ان عفو سے چھپانے کے بجائے براہ کرم
دوستانہ طور پر مجھے اطلاع بخشیں تاکہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی جائے
رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ هَدَانِيْ اِلٰى عُيُوْبِيْ۔
آخر میں مجھے سچائی اور شکر گذاری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ اگر
قاضی حضور الرحمن صاحب کی سعی اور جانفشانی میری شریک کار نہ ہوتی
تو مجھے اپنی اس دیرینہ آرزو کے بر روئے کار لانے کا ہرگز موقع نہ ملتا
یہ کتاب در اصل میری مساعی سے زیادہ انکی مستقل مزاجی کی مرہون
احسان ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے اپنے چند ذی علم اور محترم بزرگوں اور
دوستوں کا بھی منت پذیر ہونا لازم ہے جنھوں نے وقتاً فوقتاً اپنے
قیمتی مشوروں سے مجھے امداد دی۔ ان حضرات میں مولانا سید عنایت احمد
صاحب حسرت مولوی یعقوب بخش صاحب راغب قاضی غلام سجاد صاحب سہیل
کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
اسوقت صرف قصائد سودا کی قسط شائع کی جا رہی ہے۔ اگر وقت نے

مساعدت کی تو غزلیات کا حصہ بھی (جو مقابلۃً زیادہ سلیس اور دلکش ہے)
معزز پبلک کی خدمت میں انشاء اللہ العزیز جلد پیش کیا جائے گا۔

یکم اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

ضیاء احمد ایم اے بدایونی
ریسرچ سکالر۔ الہ آباد یونیورسٹی

سوانح حکیم مومن خان دہلوی

۱۲۱۵ھ - ۱۲۶۸ھ

نام و تخلص و ولادت۔ جب یہ پیدا ہوئے تو انکے والد جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کمال عقیدت رکھتے تھے شاہ صاحب کو لائے اُنھون نے انکے کان مین اذان دی اور مومن خان نام رکھا۔ گھر والونے حبیب اللہ نام رکھنا چاہا لیکن شاہ صاحب ہی کے نام سے نام پایا اسی اعتبار سے تخلص مومن رکھا۔ ان کی ولادت ۱۲۱۵ھ (مطابق ۱۷۹۹ء) مین ہوئی۔

خاندان ان کے والد حکیم غلام نبی خان ولد حکیم نامدار خان شہر کے شرفا مین سے تھے۔ جنکی اصل نجبائے کشمیر سے تھی۔ حکیم نامدار خان اور حکیم کامدار خان یہ دو بھائی سلطنت مغلیہ کے آخر دور مین شاہی طبیبون مین داخل ہوئے دہلی آکر چیلون کے کوچہ مین مقیم ہوے یہ وہ زمانہ تھا کہ تیموری حکومت کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ مگر پھر بھی بڑون کی بڑی باتین۔ چنانچہ شاہ عالم کے زمانہ مین پرگنہ نارنول مین جاگیر عطا ہوئی۔ لیکن آخر مین نواب فیض طلب خان نے ان کی جاگیر ضبط کر کے ہزار روپیہ سالانہ پنشن ورثۂ حکیم نامدار خان کے نام مقرر کر دی۔ اور اُس مین سے حکیم مومن خان نے بھی اپنا حصہ پایا۔

اسکے علاوہ کچھ پنشن سرکار انگریز سے بھی ملتی تھی۔
تعلیم۔ بچپن کی تعلیم کے بعد شاہ عبدالقادرؒ دہلوی سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھتے رہے۔ حافظہ اور ذہن خداداد تھا۔ اکثر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے اور بعد وعظ تمام مطالب و نکات ازبر سنا دیتے۔ جب عربی میں استعداد ہو گئی تو والد اور چچا حکیم غلام حیدر خاں اور غلام حسن خاں سے طب کی کتابیں پڑھیں اور انھیں کے مطب میں نسخہ نویسی کرتے رہے۔ نجوم اہل کمال سے حاصل کیا اور اسمیں مہارت بہم پہونچائی۔ ایک شعر میں اپنی نجوم دانی کو عجیب اسلوب سے ظاہر کرتے ہیں۔ ان نصیبوں پر کیا اختر شناس + آسمان بھی ہے ستم ایجاد کیا +
شاعری۔ انھیں شعر و سخن سے طبعی مناسبت تھی۔ اور عاشق مزاجی نے اُسے اور بھی چمکا دیا تھا۔ ابتدا میں شاہ نصیر مرحوم کو اپنا کلام دکھایا۔ مگر پھر اصلاح لینی چھوڑ دی۔ اُن کے مشہور شاگرد نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ نواب اکبر خاں۔ میر حسین تسکین۔ سید غلام علی وحشت۔ نواب اصغر علیخاں نسیم تھے۔ غزل نہایت دردناک آواز سے پڑھتے تھے۔ مومن اردو کے باکمال اُستاد ہونے کے علاوہ فارسی نظم و نثر پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔
علمی اور دیگر مشاغل۔ شطرنج سے اُنکو کمال مناسبت تھی اور شہر کے بڑے شاطروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ تاریخ گوئی میں انکو خاص ملکہ تھا

سیہ وتخرجہ تاریخ میں معیوب ہے مگر ان کی طبع رسا نے محاسن تاریخ
مین داخل کردیا۔ معمّا اور چیستان بھی خوب لکھتے تھے۔ نجوم مین کامل
مہارت پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ اُن کے احکام سے دوسرے منجم حیران
رہ جاتے تھے۔

اخلاق و عادات۔ وضع و انداز۔ رنگین طبع۔ رنگین مزاج۔ خوش
وضع۔ خوش لباس۔ کشیدہ قامت۔ سبزہ رنگ۔ سر پر لمبے لمبے گھونگر
والے بال تھے۔ ململ کا انگرکھا۔ ڈھیلے ڈھیلے پائنچے پہنتے تھے۔ اسقدر
غیور تھے کہ کسی کا احسان لینا گوارا نہ کرتے تھے۔ اُنھون نے ارباب
دنیا کی تعریف مین کچھ نہین کہا۔ ہان راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ
رئیس پٹیالہ (مقیم دہلی) کی تعریف مین ضرور مدحیہ قصیدہ لکھا جنھون نے
اُنکو خود بلایا تھا۔ اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا تھا۔
دوسرا قصیدہ نواب وزیر الدولہ کی شان مین (جن سے مومن کو روحانی
نسبت بھی تھی) تحریر کیا اور حاضری دربار سے معذرت ظاہر کی۔ اُنکو اساتذہ
سلف کی تعریف کرنا اور سُننا پسند نہ تھا۔ طبیعت مین نازکخیالی کے ساتھ
نازک مزاجی غالب تھی۔

معاش۔ اُنھون نے شاعری کے ذریعہ سے روپیہ پیدا کرنا پسند نہین کیا
اسی طرح نجوم و رمل و طبابت کو بھی ذریعۂ معاش نہین بنایا۔ انکو جو کچھ

ن علیم تھا اُسی پر قناعت کی۔ اگرچہ چار پانچ مرتبہ دلی سے باہر
اور بدایوں۔ سہسوان۔ اور رامپور وغیرہ گئے۔

ب۔ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے۔ جو مولوی اسمٰعیل
ںکے پیر تھے حکیم مومن خان آخر وقت تک انھین کے عقائد کے قائل ہے

ت۔ مدفن۔ اور اولاد۔ سنہ ۱۲۶۸ھ مین کوٹھے سے گر کر ۵ مہینے
مد انتقال کر گئے جیسا کہ خود حکم لگایا تھا۔ ۵۲ سال کی عمر پائی۔ گرنے کی تاریخ
ی تھی۔ دست و بازو بشکست۔ دلی دروازہ کے باہر مہندیوں کے
غرب زیر دیوار احاطہ مدفون ہوئے اور احمد نصیر خاں ایک فرزند چھوڑ گئے۔

کلام پر رائے

رح مومن کی لائف مین ہم بعض نمایان خصائص دیکھتے ہین۔ اسیطرح
کلام مین بھی چند ممتاز خصوصیات نظر آتی ہین۔ مومن سے پہلے
در شعرا گذرے ہین قصیدہ مین (باستثنائے سودا) مومن کا کوئی
ہین۔ اگرچہ پختگی اور روانی مین قصائد ذوق کا درجہ کہین ارفع ہے

ں حصہ مین اصناف سخن پر عام تبصرہ ہے جسمین عموماً کلام مومن کے وہ
ا ہین۔ جو دوسرے اساتذہ کے کلام مین بھی پائے جاتے ہین۔ گو انکے یہان
نمایان ہین۔ انکی خصوصیات شاعری آگے آتی ہین۔ مولف

تاہم زور اور ندرت میں مومن کا جواب نہیں ہو سکتا - اُنکی تشبیب ۳
عموماً نادر اور انوکھی ہوتی ہے - اور اُسکے ساتھ ہی ہر قصیدہ میں تعلی
اور شکایت زمانہ کہ سنت الشعرا ہے اس شکوہ اور زور کے ساتھ
پائی جاتی ہے کہ عرفی کا دھوکا ہوتا ہے تخلیص یا گریز البتہ نسبتہً کمزور ہوتا ہے

۵۲ زور اور ندرت وغیرہ اصلاً وجدانی امور ہیں جنکا فیصلہ ہر شخص بذات خود کر سکتا ہے - تاہم ایک حد تک آگے والی مثالوں سے یہ متوہم واضح ہو سکتا ہے -

۵۳ تشبیب میں شعرائے سلف بالعموم بہاریہ مضامین یا مناظر وغیرہ سے ابتدا کرتے تھے - مومن خان نے تشبیب کو اُسکے حقیقی معنی میں منحصر کر دیا گویا اُنکی تشبیب میں سرتاپا تغزل کی شان نظر آتی ہے - مثال کیلئے قصیدۂ سوم - چہارم - پنجم - ہفتم ملاحظہ ہوں ۱۲

۵۴ تعلی اور شکایت زمانہ کی مثالوں کے لئے اُنکے قصیدے دیکھو بجز ایک آدھ قصیدے کے کوئی اس رنگ سے خالی نہیں -

۵۵ اس میں اگرچہ ایک گونہ تنقیص کا پہلو نکلتا ہے لیکن ناقد کا فرض ہے کہ بے کم و بیش تمام حسن و قبح ظاہر کر دے - بلاشبہ مومن کے بعض گریز ایسے ہیں جن سے تکلف و تصنع ٹپکتا ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بات میں بات نکل آئی ہے - قصیدہ سوم - پنجم - ہفتم ملاحظہ ہوں

نادرستی ضرور تعقید پیدا کر دیتی ہے۔ تاہم عام طور سے نئی ترکیبوں مین انکا
مجتہدانہ اختراع اردو کی توسیع کی طرف ایک مبارک قدم کہا جا سکتا ہے
غزلون مین مضامین نہایت بلند اور خیالات بہت نازک ہین۔ عشق و رشک
وصل و ہجر کے مضمون مومن کا حصہ ہین۔ فلسفہ[1] اور اخلاق اُنکے یہان
الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔
ندرت اسلوب قصائد و غزلیات مین قدم قدم پر دلکو کھینچتی ہے۔ اور
اُسی کے ساتھ بعض موقعون پر زبان[2] کی چاشنی اور محاورات
کی صفائی نہایت بامزہ اور دلکش معلوم ہوتی ہے

---

[1] فلسفہ و تصوف درحقیقت حکیم صاحب کا رنگ نہین اور وہ اُسکے مرد میدان ہرگز نہین کہے جا سکتے۔ ڈھونڈھنے سے کلیات مین شاید دو تین شعر اس طرز مین نکل آئین وہ بھی بادل ناخواستہ قافیہ پیمائی کی خاطر کہے تو ہین لیکن جیسے کوئی زبان تھام لیتا ہے مثلاً بخت سیاہ اسے شعر آخر ملا ہے خاک مین ؛ یکچند ملک ہند لو یا سرزمین شام لو۔

[2] محاورات کی صفائی جہان جہان مومن نے برتی ہے شعر مین ایک خاص لطف پیدا کر دیا ہے مثلاً اس بیان مین کہ دم بھرتے ہین سبو بھرتے ہین۔ یا کیا نکل آیا۔ جگر کا نکل آیا غزلون کی غزلین زبان کے لحاظ لاجواب ہین۔ ایک مطلع ہے۔ چل پرے ہٹ مجھے نہ دکھلا منہ ؛ اے شب ہجر تیرا کالا منہ۔ آئی سلسلہ مین خاقانی ہند استاد ذوق (خدا انکی روح سے شرمندہ نہ کرے) کا مطلع پڑھو اور سلاست زبان و سلاست روش کا موازنہ کرو۔ تم سے ہی ملا نہ غرفہ سے نکالا منہ کرو ؛ اونہین گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو ۱۲

نائع بقول علامہ شبلی شاعری کے دامن پر بدنما داغ ہیں مگر کیا کیا جائے
مومن بھی اس بدعت سے نہ بچ سکے۔
عیان کیا بلحاظ زبان اور کیا باعتبار اسلوب ادا اردو کی بہترین مثنویوں کے
اتھ برابر کے درجہ میں رکھی جا سکتی ہیں۔ اور چونکہ جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی
ں لیئے خاص درد اور اثر رکھتی ہیں۔ بعض مذہبی رنگ میں لکھی گئی ہیں اور ایسے
یہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جوش اعتقاد کا ایک دریا ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے مثنوی میں
شق و محبت کے معاملات کے علاوہ مناجات۔ حمد۔ نعت۔ رجز کے مضامین بھی
ں ذوق و شوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ قادر الکلامی اُنکا کلمہ پڑھتی ہے۔
ں طرح اُنکے واسوخت اور مراثی بھی درد و جوش کا بہترین مرقع ہیں۔ خصوصاً
سوخت کے متعلق یہ بلا خوف و تردید کہا جا سکتا ہے کہ واسوخت کا حقیقی مفہوم
ن سے بہتر تو درکنار مومن کے برابر بھی اردو شاعری مدتوں تک پیش نہیں

لہ صنائع (وہ بھی تکلف کے ساتھ) ایک زمانہ میں سکۂ رائج کی طرح ٹکسالی سمجھی جاتی
ہیں لیکن اب ارباب ذوق صحیح ان باتوں کو معیوب جانتے ہیں مومن کے کلام میں بھی
سرے اُستادوں کی طرح مراعات النظیر بیشتر اور ایہام وغیرہ کمتر پایا جاتا ہے۔ ہمنے مثالوں سے
ین کرام کے مذاق سلیم کو مجروح کرنا پسند نہیں کیا۔ اس بارہ میں غور کرنے
ے یہ قول فیصل معلوم ہوتا ہے کہ رعایت اگر بے ساختہ ہو تو معیوب نہیں بلکہ محمود ہے
ار رعایت کی نوعیت کا فیصلہ بہ ذوق صحیح کے ذمہ ہے ۱۲

کرسکے گی۔ علاوہ بریں کچھ قطعات رباعیات مسمطات وغیرہ ہیں جو اپنے رنگ
میں نمایاں درجہ رکھتے ہیں غرض یہ کہ کوئی صنف شعر ایسی نہیں جس میں
مومن خان نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور داد سخنوری نہ دی ہو۔
اب ہم علیحدہ علیحدہ اُنکے کلام کی چند خصوصیات لکھتے ہیں جن سے
اُن میں اور دیگر اساتذہ فن میں امتیاز کیا جا سکے۔

خصوصیات کلام

(۱) واردات عشق و مضامین تغزل میں مومن کا پایہ بہت بلند ہے سوز و
گداز اُن کا مایہ امتیاز ہے۔ اور معاملات عاشقانہ میں اُنکا انداز جرأت سے
ملتا ہوا ہے۔ تغزل کا طرز جسکا بہترین مرقع فارسی میں دیوان نظیری ہے
اپنے اصلی معنوں میں انکے یہاں اسقدر غالب ہے کہ غزل و مثنوی تو درکنار
قصیدوں میں بھی اُسکی جھلک قدم قدم پر نظر آتی ہے ہم یہاں زیادہ تر غزلیات
سے انتخاب کرینگے۔ مثال کے طور پر اشعار ذیل ملاحظہ ہوں

کیونکر امید وفا سے ہو تسلی دل کو ✓ فکر ہے یہ کہ وہ وعدہ سے پشیمان ہوگا

معشوق کی وفا سے مایوس ہیں مگر اُسکو اس طریقہ سے بیان کرتے ہیں
کہ گئے وفا کا خیال تو درکنار محبوب کی پشیمانی کی فکر ہے۔ کیونکہ انکا
وعدہ وفا ہو سکتے [illegible] لہذا پشیمانی ظاہر

اسی مضمون کو مرزا غالب نے دوسرے پیرایہ میں ذرا صراحت سے
بیان کیا ہے فرماتے ہیں

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا ✓ کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

اسی ضمن میں مومن کے اشعار ذیل پڑھو۔ دیکھو ایک شعر میں عشق
کی ایذا پسندی کس خوبی سے ادا کی ہے

نہ تجلی جلوہ فرما ہے نہ صیاد کریں ہم کیا تکلف آشیاں کے
خوشی ہو مجھے کیونکہ قضا کے آنے کی ✓ خبر ہے لاش پہ اس بیوفا کے آنے کی

ایک شعر میں ایک نیچرل روداد قلبی کو اس سہل ممتنع طریقہ سے ادا کر گئے
ہیں کہ تعریف نہیں ہوسکتی۔ مشہور ہے کہ مرزا غالب باین ہمہ نازک خیالی
مومن کے اس شعر پر دیر تک وجد کرتے رہے وہو ہذا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا ✓ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

معاملہ بندی جسے ایرانی شعرا وقوعہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مومن کے
عاشقانہ مزاج کے لیے طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے نمونہ کے طور پر اشعار
اشعار ذیل کافی ہیں

شب وصل آپ کا عذر نزاکت بجا ہے پر نہ مجھ سے تھا ہم سے
اے شب وصل غیر بھی کاٹی تو مجھے آزمائے گا کب تک
بے روئے مثل ابر نہ نکلا غبار دل ✓ کہتے تھے ان کو برق تبسم ہنسی ہنسی

کہتے ہیں تمکو ہوش نہیں اضطراب میں ✓ سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں

اسی کے جواب میں شیخ ابراہیم ذوق کا مقطع بھی خالی از لطف نہیں

ہاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں واں ایک خامشی تری سبکے جواب میں

بعض بعض مسلسل غزلوں پر واسوخت کا گمان ہوتا ہے۔ مثلاً وہ غزل جسکا آغاز یہ ہے

اب اور سے لو لگائیں گے ہم ۔ یا تو یہ ہے کہ ہم عشق بتوں کا ترک کرینگے

(۴) نازکی خیال و بلندی مضمون۔ مثلاً ایک شعر میں شام وعدہ اپنے تھک کر سو رہنے کو کس خوبی سے "شکوہ ستم اضطراب" قرار دیتے ہیں۔

پہلے سے شام وعدہ تھکے یہ کہ سو رہے آرام شکوۂ ستم اضطراب تھا

یا محبوب کے نہ دیکھنے کو کس شوخی سے "نگہ التفات" ثابت کرتے ہیں۔

پامال اک نظر میں قرار و ثبات ہے ✓ اسکا نہ دیکھنا نگہ التفات ہے

ایک جگہ اپنی واژوں اختری عجیب پیرایہ میں بیان کی ہے فرماتے ہیں

سن میرا حال زار منجم ہوا رقیب ✓ تھا سازگار طالع ناساز دیکھنا

شاعر نے اپنی بدنصیبی کی داستان منجم کو سنائی۔ مگر سوئے اتفاق کہ وہ خود رقیب بن بیٹھا۔ اور اُس (شاعر) کے ستارے کی گردش دیکھکر اُسکو اپنی کامیابی کے خواب نظر آنے لگے۔

اسیطرح اشعار ذیل کی جدت تخئیل ملاحظہ ہو۔ کیا یہ خیالات کہیں

اور بھی ملتے ہیں؛

رہی شب کی سی بیتابی تو ہر روز	چرائیں گے ہم آنکھیں پاسبان سے
صبر وحشت اثر نہ ہو جائے	کہیں صحرا بھی گھر نہ ہو جائے
وہ عالم میں مانند لم جلوہ زن	کہ ثابت کریں تو ہے نفی سخن
ہر بار کیوں نہ ہو تری تلوار تیز تر	اعدا کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ
مدد غیب ہی کی لشکر مغلوب سے صلح	کہ مسلمان نہوں معتقد طالع شوم
چرخ سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ	طالع دون خواب ہم آپ کرے ہے یاوری

(۳) ندرت اسلوب بیان اور شوخی ادا- یہ خصوصیت مومن کے کلام میں ہر جگہ نمایان ہے اور لاریب کہ اسمیں اُنکا نظیر محال نہیں تو قریب محال ضرور ہے وہ سیدھی سی بات کو ایسے انوکھے پیرایہ مین بیان کرتے ہین کہ سامع حیران رہ جاتا ہے- مثلاً مقصود یہ ہے کہ محبوب کی گالی بری نہیں معلوم ہوتی- اس مضمون کو یون ادا کرتے ہین-

دشنام یار طبع حزین پر گران نہین	اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

اور سنو-

محفل مین مرے ذکر کے آتے ہی اُٹھے وہ	بدنامی عشاق کا اعزاز تو دیکھو

ناصح کی دوستی کو عشق کے مذہب مین ہمیشہ عداوت مانا گیا ہے- لیکن مومن کا شاعرانہ استدلال قابل داد ہے لکھتے ہین-

ہمنشین نہ غیر تجھے بزم سے اٹھا دے ✓ سبک ہے وہ کہ تری طبع پر گراں ہوا
عیش الفت میں بھی تا کہ دیا ناتمام ✓ پہ مجھکو دیکھکر دشمن کلیجہ تھام لیتا تھا
جبہ سائی کا بھی نہیں مقدور اُنکی عالی جناب سے یارا
خون چھپانے کو مری لاش کے کرتا ہے وہ شوخ ✓ مجھکو یہ غم ہے کہ میں کیوں ترا قاتل ہوا

اسی مضمون میں حضرت ناظم کا شعر پڑھو اور مومن کی شوخی سے موازنہ کرو

ناظم فرماتے ہیں

کر کے خون ایک کا وہ بیٹھے ہیں گھر میں اور پھر پوچھتے ہیں کہ مرے در پہ ہے غوغا کیسا

غور کرو مومن کے شعر میں کسقدر ترقی ہے۔

اسی طرح معشوق کے عاشق ہونے کا مضمون اکثر اساتذہ نے باندھا ہے

مرزا غالب

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر ✓ آخر ستم کی کچھ تو مکافات چاہیے

لیکن مومن کا انداز بیان سب سے نرالا ہے۔ اُنکا شعر ہے۔

عاشق ہوئے ہیں آپ کہیں گو اُسی پہ ہوں ✓ شب حال غیر مجھسے زیادہ خراب تھا

دونوں باکمال اُستادوں کے کلام کو نکتہ سنج انصاف کی ترازو میں تولیں اور دیکھیں کہ کسکی شوخی کا پلہ بھاری ہے الحق کہ یہ محاسن وجدانی ہیں جنکا استدلال ہر شخص کا ذوق سلیم بجائے خود فیصلہ کر سکتا ہے۔

لیا بے دل کی عوض جان دیکھتے وہ بولے ✓ میں اور آپ کی صورت گئے زبان آئینہ

مطلب یہ ہے کہ اپنے محبوب کو دل دیکر لیا ہے اب اگر رقیب اس سودے کو اپنی جان کے بدلے میں خریدنا چاہیے تو دے سکتا ہوں یعنے ہم اس تجارت میں خسارہ قبول کرنے والے نہیں علی ہذا القیاس شوخی کی تمثیل میں مثنوی دوم کے وہ اشعار ملاحظہ ہوں جہاں محبوب کے حسن کا حضرت یوسف کے حسن سے موازنہ کیا ہے

(۴) وہ بیشتر اپنے مطلب کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مخاطب اسمیں اپنا فائدہ باور کرتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا ہے کہ دشمن کی طرف نہ دیکھو۔ مگر ان غریب کی سنے کون! تو یہ پیرایہ اختیار کرتے ہیں

ہے دوستی تو جانب دشمن نہ دیکھنا ✓ جادو بھرا ہوا ہے تمھاری نگاہ میں

دیکھو ذیل کے شعر میں رقیب کے خط کو تعظیم سے کس طرح روکتے ہیں

سرمگیں آنکھوں سے تم نامہ لگاتے کیوں ہو ✓ خاک میں نام کو دشمن کے ملاتے کیوں ہو

مسلمہ اصول ہے کہ عادت کے خلاف ہر بات تکلیف دیتی ہے۔ غور کرو اس سے کیونکر فائدہ اٹھایا ہے فرماتے ہیں۔

منظور ہو تو وصل سے بہتر ستم نہیں ✓ انسان ہا ہوں دور کہ ہجران کا غم نہیں

وہ بدخواہ مجھ سا تو میرا نہیں ✓ عبث دوستی تمکو دشمن سے ہے

میرے تغیر رنگ کو مت دیکھ ✓ تجھے اپنی نظر نہ ہو جائے

ارباب ذوق کو میر تقی کا شعر ذیل غالباً کبھی نہ بھولے گا۔ اسکو مومن خاں کے

شعر کے ساتھ پڑھیں اور لطف اُٹھائیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں

میرے تغیر رنگ پہ مت جا — اتفاقات ہیں زمانہ کے

اسی طرح اشعار ذیل

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے — میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار

وہ بت دیتا ہے طعنے کس ادا سے — کہ تم اب چاہتے ہو کیا خدا سے

یہ مکر شاعرانہ مومن کا طرز خاص ہے اور اردو شاعری میں اوروں کے یہاں بہت کمیاب ہے اصل یہ ہے کہ وہی اس رنگ کے موجد بھی ہیں اور خاتم بھی اسی وجہ سے اس خصوصیت کے لیے الگ عنوان قائم کیا گیا۔

(۵) اکثر مقامات پر استعارہ اور تشبیہ کی خوبی نے کلام کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ اور اثر کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا ہے۔ جیسے

جاگتے تھے صبح رہ گئے بیتاب دیکھکر — طالع ہمارے چونک پڑے خواب دیکھکر

بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا — سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاک مزار

لرزاں تھے مثل بید ترے رعب سے جو باغ — پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ

دشمنوں کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر — کر دیا تیغ گریبان نے دوپارہ حلقوم

خط بیاض صبح وہ شعلہ دم اژدر سفید ✓ — عکس سے جسکی آب ہو آئینۂ سکندری

طرۂ یار روز سیاہ بوالہوس — جعد رشک دود آہ بوالہوس

کہیں کہیں مرکب اور مسلسل تشبیہیں خاص لطف دیتی ہیں دیکھو مثنوی پنجم (اشعار ہجو)

یہی خلافت راشد کی اسکو بس ہے دلیل | یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سجل

عشق انکی بلا جانے عاشق ہو تو پہچانے | تو مجھکو اطبا نے سودے کا خلل جانا

ہے چشم سیاہ تو نہ ہوگی | ہے شوخ نگاہ تو نہ ہوگی

بیداد ستمگران بہ کیشش | فریاد الم کشان دل ریش

(۴) غزلوں کے مقطعوں میں اپنے تخلص سے خاص فائدہ اٹھایا ہے۔ یوں تو مثالیں بکثرت ہیں۔ مگر نمونہ کے طور پر اشعار ذیل نذر ناظرین کیے جاتے ہیں۔

بتخانہ میں ہو گیا گزارا | مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

اے شیخ پھر دیکھ مومن ہیں | ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

مومن و دیر خدا خیر کرے | طور سے جب نظر آتے ہیں مجھے

اے صنم مومن ہوں آخر کس طرح | مجھکو تسکین ہو تری تصویر سے

الہ آباد یونیورسٹی۔ یکم اکتوبر ۱۹۲۲ء

ضیاء احمد ایم اے بدایونی

نوٹ۔ لائف بیشتر آبحیات سے ماخوذ ہے۔ البتہ کلام پر ریویو کرتے وقت آبحیات کی بہ نسبت زیادہ شرح و بسط سے کام لیا ہے۔ مولف

فہرست اغلاط

یہ اغلاط بالعموم سند اول اور مطبوعہ نسخوں میں مشترک طور پر موجود ہیں اور اس ایڈیشن میں اُنکی تصحیح کی گئی ہے

حوالہ	غلط	صحیح
قصیدہ ۱- شعر ۳۱	ہر جزو ضعیف	ہے جزو ضعیف
؍؍ ۴۶	خونابہ دل جگر	خوناب دل و جگر
؍؍ ۵۵	بٹھایا	مٹایا
؍؍ ۷۱	علم بجالے	علم بجالی
قصیدہ ۲- ؍؍ ۱۶	زبان لعل	زبان لال
؍؍ ۲۰	قبائے گل کو گر اطلس سے	قبائے گل سے گر اطلس کو
؍؍ ۳۲	گل خاموس	گل شاموس
؍؍ ۳۵	ملبوس	ملبوس
؍؍ ۳۹	اُگا	لگا
؍؍ ۴۵	نور شعلۂ فانوس	نور شعلۂ و فانوس
؍؍ ۴۹	اواقینوس	اوافیوس
؍؍ ۵۰	غزل	عرتی

صحیح	غلط	حوالہ
گاؤ زمین	گاؤ زبان	،، ۶۷
انکوس	الاکوس	،، ۶۸
بستوس	بیوس	،، ۷۲
عقول ونفوس	عقول نفوس	،، ۸۰
بطلمیوس	بطلیمس	،، ۸۴
بنا ہے	بنا ہے	،، ۸۶
حسرت دیوس	حسرت دوس	،، ۹۶
شعلہ جانسوز	سینہ جانسوز	قصیدہ ۳ ،، ۴
گرنگہ تیغ سے فرہ خنجر	گرنگہ تیغ نے فرہ خنجر	،، ۱۳
سرشک دیدہ تر	شریک دیدہ تر	،، ۲۶
چارہ فرماہے علاج سہر	چارہ فرماے علاج سحر	شعر ،، ۳۷
پست کاشانہ	پشت کاشانہ	،، ۹۶
پیشتر	بیشتر	قصیدہ ۴ - ۱۸
اصل دین کہے تا	اصل دین کہے	،، ۳۸
فرید وہر ہون مین	مزید دہر مین ہین	،، ۵۸
وان سے آتا ہے کیئے باز	وا جاتا ہے کبھی بار	قصیدہ ۵ - ۱۲۷

حوالہ	غلط	صحیح
،، ۴۴	استار	اغیار
،، ۱۳۵	عثمان ہم	عمار ہم
،، ۹۹	تحسین	تحسین
،، ۱۰۵	درہم و دینار کے داغونکو	درہم و دینار کو داغونکے
،، ۱۰۹	یاقوت لب لعل نگار	یاقوت و لب لعل نگار
قصیدہ ۶ ،، ۲۲	قربان زبان تیغ	قربان جان تیغ
،، ۳۵	دہر	وہم
،، ۴۷	زبان تیغ	زبان تیغ
قصیدہ ۷ ،، ۳	لرزم	سہاردم
،، ۱۰	معلوم	منظوم
،، ۱۷	حسن و عشق ہے	حسن دو عشق ہے
،، ۳۶	جوہر بار فزون	جود ہر بار فزون
،، ۶۵	اشار	اظہار
،، ۹۹	کا ہو خلق	سے ہو خلق
قصیدہ ۸ ،، ۱۳	بالی	مالی
،، ۳۹	روز خورشید	ز خورشید

حوالہ	غلط	صحیح
" ۵۱	نیرنگی زبان	نیرنگیٔ زمان
" ۸۵	گل داماں پاکدامانی	گل داماں کی پاکدامانی
" ۱۱۱	ور تمنا	ورد تشنہ
قصیدہ ۹ شعر ۲	یوں ہے زحل سے	کوں زحل سے
" ۱۰	روز گزارہ	روز گزارہ
" ۱۵	سر سبز امتیاز طبع	سر سبز اہتزاز طبع
" ۱۶	نہ فلک نور آفریں	نہ فلک نو آفریں
" ۲۶	نا کسی آفت قرار نے سوس نگری	نہ اسے طاقت قرار نے سوس نگری
" ۳۲	کلبہ خاکروب کو	کلبہ خاکروب ہو
" ۳۴	یک شدہ چرخ بزم کا	یک شبہ شرح بزم کا
" ۴۳	حاسل دفائدہ	حاصل دولت
" ۴۴	اور وہ سب جو معتقد	اور وہ سب کا معتقد
" ۵۰	عطاسش	عطاس
" ۵۲	بہار حسن باغ	بہار باغ حسن
" ۵۴	روح و گلاب عجبری	روح گلاب وعنبری
" ۵۵	خوش ہو ہوائے رشک سے	جوش ہوائے رشک سے

حوالہ	غلط	صحیح
،، ۶۱	خصم جہان	خصم جہان
،، ۷۱	دشنہ دشمنہ قضا	دشنۂ تشنۂ قضا
،، ۷۳	تیر ماہ	ماہ تیر
،، ۷۷	جاے تنگ	جاے تنگ
،، ۹۱	چارہ صبر آزما	چارۂ صدرہ آزما
،، ۹۴	اوج حضیض	اوج و حضیض
،، ۹۶	ہے یہ وہ حسن جبکی تیغ	ہے یہ وہ جاں بخش جسکی تیغ
،، ۱۰۵	شعلہ دود و	شعلۂ دود و
۱۰۶ ہ	گل تری	گل تری

نوٹ ـ تقریباً تمام مطبوعہ نسخون مین اشعار ۶۹ اور ۷۰ (قصیدہ ۷) مین اور اشعار ۷۵ اور ۷۶ (قصیدہ ۹) مین تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے ـ ناظرین درست کرلین ـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد مومن خاں دہلوی

(۱) حمد پاک

اَلْحَمْدُ لِوَاھِبِ الْعَطَایا[1] — اس شور نے کیا مزا چکھایا

وَالشُّکْرُ لِصَانِعِ الْبَرِیَّۃ[2] — جس نے ہمیں آدمی بنایا

احسان ہیں اسکے کیا گرانبار — سر سبع[3] شداد کا جھکایا

کیا پایۂ حشمتِ سلیمانؑ[4] — اک بات میں تخت پر بٹھایا

۱۔ تمام تعریفیں بخششوں کے دینے والے کے لیے زیبا ہیں۔ شور سے شور محبت کی طرف اشارہ ہے۔ مزا اور شور میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

۲۔ اور ہر شکر خالق عالم کے لیے سزاوار ہے۔

۳۔ سبع شداد۔ سات آسمان۔

۴۔ حضرت سلیمان کی شکرگزاری خدا کے احسانوں کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے کہ اُسکا ادنیٰ سا کرم اتنی بڑی سلطنت کا بخشدینا ہے۔

کیوں شکر کریں نہ آل داؤد — افسوں شہنشہی سکھایا

وہ نیر آسمان تقدس — جالسو نہ مناظر و مرایا

ق

اک بھی نظر اس مجاز میں ہے — کیوں مہر نگاہ میں سمایا

ہے عقل بسیط اوسکا پرتو — ہے نور مجرد اوسکا سایا

سبحانک یا الٰہ عالم — عالم تیرا عجز نے دکھایا

ہر جائی ہے تیرا جلوہ لیکن — دیکھا تو کہیں نظر نہ آیا

یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو — پایا ہر شئے میں پر نہ پایا

---

۵ اشارہ ہے آیۂ کریمہ اعملوا آل داؤد شکرا الایہ۔ داؤد کی اولاد میری نعمتوں کا شکر ادا کرو کی طرف ۱۲

۶ خداوند تعالیٰ کی ذات اقدس کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جو پاکی کے آسمان پر جلوہ گر ہے اور جسکی شعاعیں نظروں کو خیرہ کیے دیتی ہیں۔ مناظر منظر کی جمع اور مرایا مرئی کی جمع ہے جسکے معنے ہیں دیکھنے کی جگہ۔ مناظر ایک علم کا نام ہے جس کا موضوع نظر ہے اور نور علت نظر ہے اسی کی ایک شاخ فن مرایا ہے اس شعر میں اشارہ ہے آیہ لا تدرکہ الابصار کی طرف ۱۲

۷ شاعر اپنے آپکو ملامت کرتا ہے کہ ہم لوگ عالم مجاز کی تنگیوں میں ایسے محو ہیں کہ تنزیہ کا لحاظ بھی بغیر تشبیہ کے نہیں کر سکتے یعنی خدا کو جو بیمثل ہے آفتاب کا مماثل ٹھہراتے ہیں ۱۲

۸ عقل بسیط سے عقل کل یا جبریل مراد ہے نور مجرد وہ نور ہے جو مادہ سے پاک ہو یعنی فرشتے وغیرہ ۱۲

۹ اے دنیا جہان کے معبود تو پاک ہے۔ جب ہم نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تب تیری معرفت کا راستہ ملا۔ حاصل یہ ہے کہ عجز معرفت کا اعتراف ہی معرفت ہے ۱۲

اللہ رے تیری بے نیازی — یعقوب کو مدتوں رُلایا

یوسف سے عزیز کو کئی سال — زندانِ عزیز میں پھنسایا

یاں[1] شعلہ کو سرکشی کی کیا تاب — ابلیس کو خاک میں ملایا

تجھکو ہی سزا ہے کبریائی — کرسی کا نہ عرش کا یہ پایا

مومن کو[2] بقا ہے بعد دیدار — کیا مژدۂ جانفزا سنایا

گو وصف سے یُومِنُونَ بِالْغَیْب[3] — پر بندہ تو اس سے باز آیا

یاں تاب کسے کہ خاک و خوں ہیں — ق — بیتابیٔ شوق نے لٹایا

اللہ دکھا دے اپنا دیدار — اِکْشِفْ[4] بِجَمَالِکَ الغِطَا یا

عظمت[5] نے سجود کی فلک کو — گرد کرۂ زمیں پھرایا

---

[1] شعلہ کی تمثیل میں ابلیس کا ذکر اوسکی خلقت ناری کی طرف اشارہ ہے ۱۲

[2] اہل ایمان کے لیے آخرت میں دیدار الٰہی کے بعد زندگی دوام قرآن مجید سے ثابت ہے اسمیں نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ لذت دیدار طالب دید کو مٹا دینے والی چیز ہے لیکن مومن کو لقائے ایزدی کے بعد بھی بقا کی بشارت دی گئی ہے اسی لئے شاعر نے اسے مژدۂ جانفزا کہا ہے ۱۲

[3] مومنین کی شان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب یعنی بے دیکھی چیز (مبدا و معاد) پر اعتقاد رکھتے ہیں ۱۲

[4] اپنے جمال سے پردہ اُٹھا دے ۱۲

[5] سجدہ میں وہ عظمت ہے کہ اسی شرف کی تمنا میں آسمان کرۂ زمین کے گرد سرگرداں پھر رہا ہے۔

وہ خاتم مرسلیں محمدؐ — جس نے ہمیں شرک سے بچایا
جب بندہ ہے تیرا۔ تو رہا کون — پھر لائق بندگی خدا یا ق
تو واحد و بے نظیر ہوتا — تو حاکم و خالق برایا
تجکو بھی نہ کہہ سکے ترا مثل — یاں تک نقش دوئی مٹایا
یعنی وہ فنا ازل سے ہے اور [15] — اُس ذات کو کب زوال آیا
آؤ سے تری حمد کا توہم — یہ حوصلہ ہیں کہاں سے لایا
کام آئی نہ شوخی خموشی — دل کی تپشوں نے جب ستایا
ہوں بندۂ شورِ عجز اور راک [16] — ناکام کو کام سے لگایا
کیا جانئے ایسے بے زباں نے [17] — کس طرح یہ شور و غل مچایا

[15] محاورہ میں کہتے ہیں کہ فلاں شخص اپنی مثل آپ ہے یعنے بے مثل ہے۔ مگر مومن کہتا ہے کہ اس میں بھی دوئی کی بو آتی ہے۔ کیونکہ وہ یعنے خدا کا مثل ہمیشہ سے معدوم ہے اور ذات باری عدم و زوال سے پاک

[16] شاعر معرفت سے اپنے عاجز رہنے کو شور یا ہنگامہ قرار دیتا ہے جس کا وہ منت پذیر ہے اس لیئے کہ اُس کی بدولت یا وجود ناکام رہنے کے کام سے لگ گیا۔ گویا عجز معرفت سے راہ معرفت پائی یہی اوسکا کام تھا اور زندگی کا مقصد۔

[17] بے زبان سے مراد عجز اور راک ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ شور و غل سے مراد اُس کا ہنگامہ و جوش۔

معلوم[18] خرد کی نکتہ یابی	یاں علم نے عقل کو گنوایا
لا علم[19] لنا ہے یاد ہر چند	سب کچھ مجھے عجز نے بھلایا
تھا دھیان[20] میں عذر لا یحیطون	جب سینہ میں دم ذرا سمایا
کیا صعب گذار ہے رہِ حمد	جبریل[21] کا پانوں لڑکھڑایا
چکر میں ہے عقل عرشِ اعظم	اُس نے بھی مگر تجھے نہ پایا
مرغانِ[21] دراز اجنحہ کو	اس اوج نے خاک پر گرایا
ہے جزو[22] ضعیف جوہر عقل	عرفاں کے جو غور نے گھٹایا

[18] ظاہر ہے کہ علم سے عقل زیادہ ہوتی ہے مگر حمد کے میدان میں جسقدر علم حاصل ہوتا ہے اسیقدر عقل کی حیرت بڑھتی ہے۔ پھر اوس سے کشود کار معلوم۔

[19] آیۂ لا علم لنا الا ما علمتنا (ہمیں کچھ علم نہیں بجز اوسکے جو تونے بتایا ہے) کی طرف اشارہ ہے یعنے عجز معرفت کے جوش نے مجھے اس آیت کا سب مفہوم بھلا دیا۔

[20] لا یحیطون بشیٍٔ من علمہٖ الا بما شاء (بندے اُسکے علم میں سے کسی شے پر احاطہ نہیں کر سکتے بجز اُسکے جو وہ چاہے) جب سینہ میں ٹھکانا آئے تو معرفت سے قاصر رہنے کا یہ عذر سمجھ میں آیا کہ وہ خود فرماتا ہے لا یحیطون الآیہ

[21] دراز اجنحہ بڑے بازو والے یعنے فرشتے۔ نہ حیرت و شب ایشاں نشیند وحشتا تو۔ بس بجا بود مرغ عقل ار آشیاں انداختہ عرفی

[22] عرفان الٰہی کی فکر ونظر نے جوہر عقل (روح القدس) کو اسقدر گھٹا دیا ہے کہ وہ بھی جزو ضعیف (انسان) کی طرح اپنی عاجزی کے معترف ہیں۔ اور میں اس اعتراف عجز میں اُن کا ہمزبان ہوں۔ گویا مجھکو جزو ضعیف ہو کر اونکی ہمزبانی کا شرف محض عاجزی کی بدولت نصیب ہوا۔

ق

ہیں روح قدس کا ہم زباں ہاں | یہ مرتبہ ہنر نے بڑھایا

مومن ہے زبانِ عرضِ احوال | میں نے تجھے بے خرد جتایا

رو رو کے دعا کر اک ذرا دیکھ | کیا ابرِ کرم ہے سر پہ چھایا

اللہ غمِ بتاں میں یک چند | بے فائدہ جان کو کھپایا

یہ عشق وہ بد بلا ہے جس نے | ہاروت کو چاہ میں پھنسایا

سمجھا نہ کہ ہے رہِ خطرناک | دین و دل و عقل کو لٹایا

حاصل نہ ہوا سوا ندامت | کس تخم کو خاک میں ملایا

کی گریے نے کتنی آبیاری | دریا مری چشم سے بہایا

گرداب مرے ڈبونے کو تھا | جو قطرہ کہ خاک پر گرایا

ہر حلقۂ دامِ آرزو نے | طوقِ لعنت مجھے پنھایا

دل گرمیِ شوقِ شعلہ رو نے | کیا کیا مجھے خاک پر لٹایا

گہ ساقیِ سرخ لب کے غم نے | خونِ نابِ دل و جگر پلایا

ہم بزمیِ ماہ وش نے گاہے | جوں بدرِ سحر تلک جگایا

بتخانہ کو رشکِ کعبہ سمجھے | گر شوق نے گرد کو پھرایا

تھا شورِ فداک[۲۳] جاے لبیک | اُس دشمنِ دیں نے گر بلایا

---

۲۳ فداک = تجھ پر فدا ہوں۔ لبیک کے معنے ہیں میں حاضر ہوں لبیک اُن الفاظ میں سے ہے جو مناسکِ حج میں کہے جاتے ہیں۔

کرتے رہے شکر بخت بیدار — ساتھ اپنے صنم نے گر سُلایا

بوسہ جو دیا ذقن کا گویا — سیبِ چمنِ خلدِ بریں کھلایا

ہے بے خبری کہ یاد جس کی — تھی واجب و فرض اُسے بھلایا

روٹھا کوئی نازنیں صنم گر — سوگند دروغ کھا منایا

کتنی ہی قضا ہوئیں نمازیں — پر سر کو نہ پاؤں سے اُٹھایا

کل پیرہنوں کی آرزو نے — اکثر خز و پرنیاں[۲۴] بنوایا

آیا نہ کبھی خیال حج کا — لوا سو بار گو کھچایا

نیت ہی تھی توڑنے کی گویا — گر اُس نے نماز میں ہنسایا

افسوس شکست صوم کیا سو — یہ شکر کہ اُس نے ساتھ کھایا

واعظ کی کبھی نہ کوئی مانی — کتنا ہی عذاب سے ڈرایا

ہر چند کہ قول ناصحوں کا — کچھ تلخ نہ تھا ولے نہ بھایا

توڑا نہ وفا کے سلسلہ کو — توبہ ہی پہ زور آزمایا

اللہ مرے گناہ بے حد — وہ ہیں کہ شمار کو تھکایا

ہے عام خطاب یا عبادی[۲۵] — اس نے تو کچھ آسرا بندھایا

---

۲۴ خز و پرنیاں ریشمی کپڑوں کے نام ہیں جن کا پہننا مردوں کو شرعاً ممنوع ہے

۲۵ ٹکڑا ہے پوری آیت کا جسکے معنے ہیں اے میرے گناہگار بندو میری رحمت سے مایوس نہ ہو وہ آیۂ کریمہ یہ ہے یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ ۵

عالم میں نہ ہووے گا وگرنہ — مجھسا کوئی منکرُ السّجایا[26]

کیونکر نہ ہو تیری آس تونے — افلاک کو بے ستوں تھمایا

اُس دام سے مجھکو تو چھڑاوے — داؤد[27] نے جس میں دل پھنسایا

دل زلف سے ہو رہا تو جانوں — زندانِ فرنگ سے چھڑایا

وہ عشق دے جس کا نام اسلام — وہ شیوہ نبیؐ نے جو بتایا

وہ نعرہ علمہٗ[28] بحالی — جس نے کہ اُس آگ کو بجھایا

ق

کچھ آب زنی کرے نہیں تو — سر نارِ جحیم نے اُٹھایا

مجکو بھی بچالے جیسے تونے — یوسفؑ کو گناہ سے بچایا

وہ رفعت حال دے کہ جس نے — منصور کو دار پر چڑھایا

اُوسکا مرے دل پہ ایک پرتو — جس شعلہ نے طور کو جلایا

مومن کہے کس سے حال آخر — ہے کون ترے سوا خدایا

---

[26] منکر السجایا بُری عادتوں والا۔

[27] اسرائیلیات کے ایک فرضی قصہ کی طرف اشارہ ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ اپنے ایک لشکری کی بیوی کو دیکھ کر اُسکی محبت میں مبتلا ہو گئے اور اُسکے شوہر کو جہاد میں بھیجا کہ شہید ہو جائے چنانچہ اُسکی وفات پر آپ اُس عورت کو عقد میں لائے قرآنِ شریف میں یہ تفصیل کہیں نہیں۔

[28] علمہٗ بحالی حسبی عن سوالی (اُسے خود میری حالت کا علم ہے سوال کی کیا حاجت) سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے حضرت جبریلؑ سے پرسش حال کے وقت کہا تھا جب آپ آگ میں ڈالے گئے تھے شعر میں آگ سے یہی آتش نمرود مراد ہے آب زنی پانی چھڑکنا یا بجھانا۔

نعت شریف

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس[1] | کہ جیسے صبح شب ہجر نالہائے خروس
ہے اصطلاح فرح انگیز کوکوئے قمری | کہ جیسے فوج مظفر میں شور و غلغلِ کوس
نوائے طوطی شکرفشاں کی لذت سے | سماع و رقص میں اہلِ مذاق جوں طاؤس
غبارِ صحنِ چمن کیمیائے عیش و نشاط | بہارِ[2] لالہ و گل سیمیائے عرض شموس
صفا[3] سے وہ در و دیوار باغ کا عالم | کہ آشیانہ میں دشوار طائروں کو جلوس
رہے[4] فریبِ صفا خاک پر سے گلچیں | پڑے جو وسعت گلزار میں گلوں کے عکوس
ہجوم سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی | زمیں پہ چادرِ مہتاب بن گئی ہے سندوس[5]

---

۱ طرب مانوس میں اضافت مقلوب ہے، یعنی مانوس طرب (مسرت انگیز) = خروس = مرغ۔

۲ لالہ و گل کی بہار ایک قسم کی شعبدہ بازی ہے جس کی وجہ سے باغ میں بیشمار سورج نظر آرہے ہیں سیمیا = علم نیرنجات یا شعبدہ بازی۔ عرض کے معنے پیش کرنا اور شموس جمع ہے شمس کی = سورج۔

۳ اسقدر و فور صفا ہے کہ پرندے آشیانوں سے پھسلے پڑتے ہیں۔

۴ صحن چمن میں صفائی کی وجہ سے پھولوں کے جو عکس پڑتے ہیں تو دھوکے سے گلچیں انکو اصلی پھول سمجھتا ہے اور انکو توڑنے کی سعی میں [illegible] جاتا ہے۔

۵ [illegible]

ہوئی ہے سقفِ فلک مانعِ قد افرازی[6]
وگرنہ بید کہاں اور ترقی معکوس

ہو کیونکہ ایسی رطوبت پہ سنگِ راہِ نسیم[7]
بنا ہے شبنمِ گل آبگینۂ فانوس

خزانہ خاک میں ہر سنگدل ملاتا ہے
زبسکہ لفظ خزاں جانتے ہیں سب منحوس

نوید مالکِ گلزار کو۔ کہ زر کی جگہ
ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنجِ دقیانوس[8]

یہ آب و رنگ کہاں لعل اور زمرد کا
مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انھیں ملبوس

چمن کی خاک سے گلگونہ اب بناتے ہیں
شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذارِ عروس

خمیدہ شاخ سے یوں تکِ گل چمکتا ہے
کہ جس طرح بھڑک اٹھے مشعلِ منکوس[9]

پڑھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں
کہ سن کے بس جسے رہ جائے سن ہی بلبلِ طوس[10]

---

6 بید کا قاعدہ ہے کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی زمیں کی طرف جھکتا جاتا ہے، مومن کی مراد یہ ہے کہ اگر سقفِ فلک بلند ہونے سے مانع نہ ہوتی تو بید بجائے اس الٹی ترقی کے آسمان سے بھی اونچا نکل جاتا۔

7 فانوس کا کام یہ ہے کہ روشنی کو ہوا سے محفوظ رکھے مگر رطوبت بہار کا یہ عالم ہے کہ شیشۂ فانوس شبنمِ گل معلوم ہوتا ہے لہذا مانع نسیم نہیں ہو سکتا۔

8 دقیانوس ایک پرانے بادشاہ کا نام ہے۔ جو اصحاب کہف کے زمانہ میں گزرا ہے۔

9 مشعل منکوس۔ الٹی مشعل۔

10 بلبل طوس فردوسی طوسی۔

مطلع ثانی

[۱۱] زبانِ لال کہاں اور یہ تاجِ خروس | گرا ہے خاک پہ کیا لعلِ افسرِ کاؤس
[۱۲] ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کسے | پرستشِ گلِ خورشید میں ہے گرم مجوس
[۱۳] شگفتہ تر ہے چمن روضۂ جنت سے | ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس
[۱۴] خلل پذیر رطوبت ہوا دماغِ بہار | عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

[۱۱] زبان لال گونگی زبان۔ تاج خروس۔ ایک سرخ پھول کا نام ہے جسے کلغہ بھی کہتے ہیں۔ شاعر تعجب کرتا ہے کہ یہ تاج خروس ہے یا تاج کاؤس کا لعل جو زمیں پر گر پڑا ہے۔ کاؤس = ایران کا مشہور کیانی بادشاہ۔

[۱۲] مجوس (آتش پرست) بجائے خورشید کے گل خورشید (سورج مکھی) کی پرستش میں مصروف ہے ایسا کرنے سے آفتاب کو کیسا ہی داغ (رشک) کیوں نہ ہو اوسکو پروا نہیں۔

[۱۳] عبوس = ترش رو۔ صومعہ نشین زاہد کے ترش رو ہونیکی یہ وجہ بیان کی ہے کہ چمن کی بہار باغ جنت سے کہیں زیادہ دلفریب ہے اس سبب سے زاہد کو جو جنت کا مشتاق تھا گراں گذرتا ہے۔

[۱۴] کابوس ایک دماغی مرض کا نام ہے جس میں بحالت خواب رطوبت نزلی کی وجہ سے انسان مختلف حرکات کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ بہار کا دماغ موسم کی رطوبت سے متاثر ہو گیا ہے ایسی حالت میں کیا تعجب ہے کہ سبزہ مرض کابوس میں مبتلا ہو جائے سبزہ کو اسکی افتادگی کی وجہ سے خوابیدہ کہنا شعرا کے یہاں عام ہے۔

ہے[15] دشت بزم طرب کثرت نتائج سے — نہ کیوں ہو شکل حماری کو نازِ شکلِ عروس

ہوائے سیر چمن زار کی وہ مستی ہے — کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس

عجب نہیں مے گلرنگ کی ہوس ہے اگر — خود آکے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس

مزاج دہر میں یہ اعتدال آیا ہے — کہ جس نبات کو دیکھو وہ صالح الکیموس[16]

عجب نہیں کہ بسان نگس عسل اُگلے — گر اندلس ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس[17]

نمو[18] کا معجزہ صلِّ علیٰ کہ پھر گندم — ہوائے جنبش غربال سے بنے ہے سبوس

رطوبت ایسی نظر آئی داغ لالہ میں — کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس[19]

قبائے[20] گل سے گر اطلس کو دیجئے تشبیہ — سیاہ پوش جُعَل ہو وہ روز ماتم سوس

---

[15] شکل حماری اور شکل عروسی اقلیدس کی دو شکلیں ہیں شکل عروسی باعتبار کثرت نتائج صورت بالمقابل شکل حماری کے زیادہ ہوتا ہے

[16] الکیموس ہضم ثانی کو کہتے ہیں جو جگر میں ہوتا ہے صالح الکیموس = وہ غذا جس سے خون زیادہ مقدار میں پیدا ہو۔

[17] ایلاؤس = ایک مرض جس میں براز بذریعہ قے خارج ہو۔ عسل۔ شہد۔

[18] قوت نامیہ کا یہ اعجاز ہے کہ چھلنی کی حرکت کی ہوا سے بھوسی پھر گیہوں بن جاتی ہے۔ سبوس بھوسی۔

[19] افیوس ایک سیاہ پھل ہے جو بے حد مرطوب ہوتا ہے۔

[20] جعل گبریلا۔ سوس = ایک کیڑا جو ریشم میں پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر قبائے گل سے اطلس کو تشبیہ دی جائے تو اس تشبیہ کے اثر سے سوس (جس کی غذا کپڑا تھا) اپنی غذا دیکھ کر بھوکوں مر جائے گا اس لیے اس کے ماتم میں گبریلا سیاہ پوش ہوگا۔ گبریلا سیاہ ہوتا ہے اس وجہ سے شعر میں صنعت حسن تعلیل آگئی۔

قوائے نامیہ[۲۱] کو ناگوار ہے کتنا
کہ ہضم رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس

ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافت آب
کہ پشت ماہی پہ گلہائے اشرفی ہیں فلوس[۲۲]

کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی
کہ صرف زنگ زار[۲۳] ہو گئی بجائے ابوس

سراب ہم آب و ضو سے دور نہیں
جو سبزہ زار ہے ریش زاہد سالوس[۲۴]

بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر
زیادہ تر کرے سیلان خون گلِ شاموس[۲۵]

گر اس بہار کی یعقوبؑ کو ہوا لگ جائے
شمیم جامۂ یوسفؑ کبھی نہ ہو محسوس

ہوا ہے بسکہ گلِ شمع بھی ہمہ عطر آگیں
عدیل طبلۂ عطار بن گئی فانوس

یہ گل کھلائے ہیں آب و ہوا کی تاثیریں
کہ ہے پیاز[۲۶] کو لاف منافع بلبوس

---

۲۱ ہضم رابعہ = ہضم غذا کا چوتھا درجہ جو عروق میں ہوتا ہے۔ کیلوس = ہضم اول جو معدہ میں ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ قوت نمو کو یہ ناگوار ہے کہ غذا درجہ بدرجہ ہضم رابع تک منزلیں طے کرے بلکہ اوسکا تقاضا یہ ہے کہ فوراً ہضم آخر کے درجہ تک پہونچ جائے۔

۲۲ فلوس مچھلی کے سفنے۔ فلوس جمع ہے یہ پیسوں کو بھی کہتے ہیں اسے گلہائے اشرفی سے تشبیہ یعنی بیان حالی زری

۲۳ صحیح لفظ زنگ زار ہے زنگ ریز غلط ہے ابوس = زنگار

۲۴ سالوس = مکار

۲۵ گلِ شاموس = سنگ جراحت جسکی خاصیت یہ ہے کہ خون کا بہنا روک دیتی ہے اور زخم کو خشک کر دیتی ہے

۲۶ موسم بہار کا یہ اثر ہے کہ پیاز کو بھی بلبوس کی طرح فائدہ مند ہونے کا دعوی ہے۔ بلبوس ایک نبات کا نام ہے جو پیاز سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔

ہوائے جنبش اوراق سے ہیں عطر فروش — لغاتِ[۲۷] وَرد کہ ہیں ثبت صفحۂ قاموس

فسونگری[۲۸] دمِ مشاطۂ نسیم کی دیکھ — کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلف عروس

صفات[۲۹] آئے جو آئینہ ہوا میں نظر — لگا خواص و عوارض کو اعتبارِ نفوس

صدا الکلفی ہے ملکر ہوا سے کیا ہو فرق — کہ بانگِ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس

عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے — شکم میں خستہ[۳۰] کے نشو و نمائے اصل السوس

غریق[۳۱] آبِ خجالت ہوا کے فیض سے ہوں — کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دلِ مایوس

---

۲۷ قاموس (عربی لغت کی کتاب) میں لفظ وَرد (گل سرخ) جہاں آیا ہے اوراق کتاب کے ہلنے میں فیض بہار سے عطر کی خوشبو دیتا ہے۔

۲۸ زلف عروس کی گرہ کو غنچہ قرار دیا ہے۔ جب نسیم بہار زلفوں کو چھوتی ہوئی گذرتی ہے تو غنچہ ہائے زلف نافۂ مشک کی طرح عطر آگیں ہو جاتے ہیں۔ نسیم کو مشاطہ مانا ہے اور اوس کی اس طرفہ کاری کو جادو۔

۲۹ خواص و عوارض (صفات وغیرہ) وہ چیزیں ہیں جو دوسرے کی وجہ سے قایم ہوں۔ نفوس سے مراد جواہر ہیں یعنی وہ چیزیں جو قایم بذات خود ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ آئینہ میں نفوس نظر آیا کرتے ہیں لیکن آئینۂ ہوا (لطافت کے باعث) اب اسقدر شفاف ہوگیا ہے کہ اوس میں صفات تک نظر آتے ہیں۔ گویا صفات میں نفوس کی خاصیت پیدا ہو گئی۔ ۳۰ خستہ = بیمار

۳۱ میرا دل مایوس غنچہ کی طرح ناشگفتہ تھا ہوا کے اثر سے کھل گیا۔ اس احسان کی وجہ میں شرمندہ ہوں

ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی — دم مسیح کو ہے جسکی حسرت پابوس

شرف مدینہ کو جس سے ہے ہونہ ہو وہ ہے — جسے بتاتے ہیں محبوب حضرت قدوس

جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اُسکا — تو دیتی دل کہیں یوسف کو دختر طیموس[۳۲]

جو شمع بزم کہوں اُسکے روئے تاباں کو[۳۳] — کتان و ماہ بنے نور شعلۂ فانوس

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا — جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس[۳۴]

جہاں مُطاع[۳۵] - شہنشاہ آفتاب نشاں — فلک سریر - قمر طلعت و ملک ناموس

سیاہ[۳۶] چشموں کو مشکل نگاہ دزدیدہ — یہ اوس کے حفظ سے ہے ملک عدل محروس

نگاہبانی عصمت سے وہ رواج حیا — کہ چار چشم نہوں نرگس و ادافیوس[۳۷]

---

۳۲ دختر طیموس = زلیخا - شعر میں استفہام انکاری ہے۔

۳۳ مشہور ہے کہ چاندنی میں جا کر کتاں پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر آنحضرتؐ کے روئے روشن کو شمع سے تشبیہ دی جائے تو اس نسبت کی وجہ سے شعلۂ شمع کے آگے فانوس کا وہی حال ہو جو چاند کی روشنی میں کتاں کا۔

۳۴ معاد نفوس - مخلوق کا عالم آخرت کی طرف لوٹنا۔ ۳۵ جہاں مطاع = جسکا جہاں فرمانبردار ہو

۳۶ کشور عدل میں حضورؐ کا اسقدر انتظام زبردست ہے کہ چوری تو بڑی بات ہے - سیاہ چشموں (معشوقوں) کو نگاہ چرانا بھی دشوار ہے

۳۷ ادافیوس - ایک قسم کا پھول جسکو نرگس کی طرح آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں چار چشم ہونا دوچار ہونے کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔

سُنتے[٣٨] ہے دور عدالت میں اوسکی شیر عریں | شباں کی ضرب بیجا سے نالش جاموس
کرم میں دوں اوسے نیساں سے کسطرح تشبیہ | کروں میں جان کے کیونکر ترقی معکوس
کہ جسکی بخشش یکروزہ کو وفا نہ کریں | ہزار سالہ گہربار قلزم و قاموس[٣٩]
یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع | جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس

مطلع ثالث

ترے[٤٠] ہی فیض سے ہر قطرہ آبیار عجوس | ترے ہی نور سے ہر ذرہ جلوہ زا شموس
ہمیشہ عفو ترا طالب گنہ گاراں | مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس
ترے[٤١] حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں | ہجوم شعلہ سے دوزخ ملے کف افسوس
تری غلامی کی دولت سے خاک پا بلال رض | سفیدہ[٤٢] رخ فغفور چین و خسرو روس

---

٣٨ آپ کے مبارک عہد میں عدل کا یہ حال ہے کہ اگر چرواہا بھینس کو مارتا ہے تو وہ شیر سے نالش کرتی ہے ۔ عریں = جنگل ۔ بن ۔ ٣٩ ۔ قلزم = سمندر ۔ قاموس = سمندر

٤٠ عجوس = برسنے والا بادل ۔

٤١ دوزخ کے جلنے کی حسن تعلیل سے بیان کی ہے کہ اوسکو آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے یک گونہ نسبت ہے ۔ اسوجہ سے اوسکے مقدر میں جلنا ٹھہرا اور اس ننگ کی بنا پر وہ کف افسوس ملتی ہے ۔ شعلوں کے باہمی تصادم کو کف افسوس ملنے سے تشبیہ دی گئی ہے

٤٢ سفیدہ = پاؤڈر ۔

خمیدہ کس لیے نہ آسماں بنتے تھے بھلا — نہ تھا ازل سے جو در نظر ترا پابوس

بہائیں دیتی ہے ماہی دفینہ ہائے زمیں[۴۳] — یہ بڑھ گئی ترے سکے سے قدر تا بفلوس

ہے احتساب ترا مانع لباس حریر — نہ پھینک دے ہوئے کیوں چرخ اطلس[۴۴] ملبوس

ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آکر — نہ نکلے سینۂ ترسا میں نالۂ ناقوس

ہے مے کو ہی جہاں سوز نے جلایا ہے[۴۵] — کہ مغ نہ کر سکے فرق صراحی و فانوس

زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں — نہ آسماں کے اتر دوں رہے مدام کیوس[۴۶]

فریب وعدہ یہ چھوڑی بتوں نے جھوٹی قسم — سنا زبسکہ زباں سے تری وعید غموس[۴۷]

---

۴۳ فلوس فلس کی جمع ہے جسکے معنے پیسہ کے ہیں اور مچھلی کے سفنے کو بھی کہتے ہیں یہاں اس لفظ میں ایہام ہے مراد یہ ہے کہ حضور کے عہد کی نسبت سے سکہ رائج کی قدر و قیمت اسقدر بڑھ گئی ہے کہ فلوس تک کے عوض میں ماہی زمیں بیش بہا دفینے دینے کو تیار ہے۔

۴۴ اطلس = جامہ ریشمی غیر منقش جسکا پہننا شرعاً ممنوع ہے۔ اور عرش (فلک نہم) کو بھی اطلس کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی غیر منقش ہے اور اسپر کواکب نہیں ہیں۔

۴۵ حضور کی جہانسوز (جہاں کو جلانے والی) مخالفت کا یہ اثر ہوا کہ شراب جسکی آپکے امتناع نے منا ہی کر دی تھی جل گئی اور اب صراحی شراب اور فانوس شمع میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا۔

۴۶ کیوس جمع ہے کاسہ کی بمعنے پیالہ۔

۴۷ غموس جھوٹی قسم کو کہتے ہیں جسکی بابت شرع میں عذاب کی وعید آئی ہے۔

دمِ مصاف ترے دشمنوں کے لشکر میں
صدائے نوحہ و شیون ہے شورِ طبل و کوس

دو نیم ہوں نہ تری شمشیر کے تصور سے
لبانِ ساغرِ خورشید کا سر ہائے رؤس[48]

ملا دے گا وہ زمیں کا چرخ سے نیزہ
بچھاڑ دے خاک پہ شیرِ سپہر کو دبوس[49]

اگر کہے نہ عدو سے یا خصمۂ عزلی
صدائے مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس[50]

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے
کہ تاب مہر سے جلتے رہتے ہیں یاں کی مجوس

براق اسپ ترا ابر دے فرشتہ رکاب[51]
کہاں ہو چشم بھر لیں یا اُن کو محسوس

نہ جس کے دھیان میں مضمونِ قاب قوسین آئے[52]
وہ دیکھ لے تری زین و کمان کا قربوس

---

٤٨ رؤس جمع ہے راس کی یعنی سر

٤٩ دبوس گرز آہنی یعنی جہاد میں حضور کا نیزہ گاؤ زمین اور گا چرخ (برج ثور) کو ایک ساتھ پیوست کر لیتا ہے اور آپ کا گرز شیر سپہر (برج اسد) کو خاک پر گرا دیتا ہے۔

٥٠ الکوس ایک پہلوان کا نام ہے جو رستم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔

٥١ ابر وہ فرشتہ رکاب = وہ گھوڑا جس کے لئے فرشتہ کا ابر و رکاب کا کام دے۔ محسوس ہوا ہوا۔

٥٢ قاب قوسین = دو کمانوں کا فاصلہ۔ حضور سرور عالم کے قرب معراج کی طرف اشارہ ہے یعنی جس کی سمجھ میں ماہیت قرب معراج نہ آئے وہ آپ کے زین اور ہرنے کا وصل دیکھ لے۔ قربوس = زین کے سامنے کا اٹھا ہوا حصہ جس پر کمان رکھی جاتی ہے سمجھا اسکو اردو میں ہرنا کہتے ہیں۔

ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں | نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعت بسوس[۵۳]

ترے خیال سے اصحاب کہف کو ہے چین | وگرنہ خواب کہاں اور زمان دقیانوس

ظہور میں ہوئی تقدیم انبیا کہ نہ تھا | ترے وسادۂ[۵۴] دولت پہ احتمال جلوس

شہا ستم ہے کہ تیرے بہیج خواں پہ گر | ہزار گونہ ستم روزگار نا مانوس

کچھ انتہا بھی کہ اک پیکے دور بیجا کی | ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماع نحوس

جو اپنے حسرت و ارمان میں بیان کروں | نہ تاب لائے دل سخت تر ز سیالوس

جفا کو آئے مری دل شکستگی پہ رحم | بلا کرے مرے احوال زار پر افسوس

ملے ہیں خاک میں کیا کیا ہنر فنون و علوم | خدا کسی کو نہ دے ایسے طالع منحوس

حکیم وہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر | کرے مقابلہ[۵۵] سر دفتر عقول و نفوس

طبیب[۵۶] وہ ہوں کہ ہو سوزش سینۂ بلبل | نظارۂ رخ گلفام سے مجھے محسوس

---

۵۳ بسوس بنی اسرائیل کی ایک منحوس عورت کا نام تھا جسے شوہر سے تین دعاؤں کے مقبول ہونے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس نے عورت کے حق میں تینوں دعائیں کیں اور قبول بھی ہوئیں مگر آخر میں وہ اپنی شامت سے جیسی تھی ویسی ہی رہی۔

۵۴ وسادہ = تکیہ مسند۔

۵۵ اگر مجھ سے سر دفتر عقول و نفوس (عقل کل) مقابلہ کرے تو اس کے حواس جاتے رہیں

۵۶ گل فام (معشوق گلعذار) کے چہرے کو دیکھ کر میں گل کا تصور کرتا ہوں اور گل کے تصور سے سینۂ بلبل کی حرارت کا احساس کر لیتا ہوں۔

۵۷ جو ہوں معالجِ مبطوں تو قابضِ ارواح	کرے دعا سے رواجِ طریقِ جالینوس
۵۸ درم ہو چارہ گر قبض تا بدستِ لئیم	کیا ہو میں نے جو تجویز وزنِ مغزِ فلوس
کروں جو گردشِ انجم کی میں سنبدی	فدا ہو وجد میں آکر روانِ بطلیموس
۵۹ گواہ عصمتِ مریم ہو کثرتِ اولاد	عقیمہ مجھ سے سنے گر بیانِ شکلِ عروس
۶۰ طلسم ماہ لکھوں گر پئے زباں بستن	بنا دے مہرِ دہن چرخ نقطۂ جاسوس

۵۷ مبطون = وہ مریض جسکو اسہال کی بیماری ہو۔ جالینوس یونان کا مشہور طبیب تھا جو معدہ کے علاج میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ جوارش جالینوس مشہور ہے۔

۵۸ اگر میں کسی مریض کے لیئے مغز فلوس (املتاس) ایک درم (وزن) تجویز کردوں تو اُسکے نسبت درم (سکہ) میں یہ خاصیت آجاے کہ وہ بخیل کے ہاتھ کا قبض یعنے بخل تک دور کردے۔ مغز فلوس دافع قبض ہے۔ اور فلوس اور درم کی رعایت ظاہر۔

۵۹ شکل عروس = اقلیدس کی ایک کثیر النتائج شکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں بانجھ عورت کے سامنے شکل عروس کی تشریح کروں تو اس بیان کے اثر سے اسکا خلقی عیب دور ہو جاے۔ اور صاحب اولاد ہو۔ گویا اُسکے کثرت اولاد دیکھکر دُنیا کو حضرت مریم صدیقہ رضی کے بطن سے حالت دوشیزگی میں سیدنا عیسیٰؑ پیدا ہوے ہم کی پاکدامنی میں کوئی شبہ نہ رہے۔ ۶۰۔ شرف ماہ میں جو تعویذ لکھا جاتا ہے اوسکے خواص میں دشمن کی زباں بندی داخل ہے یعنی اگر میں اس غرض سے طلسم لکھوں تو نقطۂ جاسوس تک بیں آسمان مُہرِ دہن کا اثر پیدا کردے۔ نقطۂ جاسوس = وہ نقطے جو عملیات والے تعویذ میں مطلب معلوم کرنے کے لیے لگا دیتے ہیں

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو　　پڑھوں جو میں پئے دوری دعائے بدبدوس[61]

جو میری نثر کے دیکھے لآلیِ منثور[62]　　اُٹھائے مسندِ حشمت حجاب سے کاؤس

بفرض[63] گر کرۂ خاک کو کہوں دائر　　شکستہ اسپِ گِلی ہووے پیشتاز فروس

فنونِ نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ　　طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس[64]

مرے کلام ثریا نظام کا سن کر　　وہ تیرہ روز جو برجیس[65] کو کہے منحوس

جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی　　شریکِ درد ہوں محمود و نکتہ پرورِ طوس[66]

دئے ہیں میرے حسد نے زبس ہزاروں داغ　　روا ہے باندھئے گر عندلیب کو طاؤس

---

۶۱ ایک دعا ہے جو دو شخصوں میں جدائی کے لیئے پڑھی جاتی ہے زہرہ و خورشید کا اثر تقریباً یکساں ہے مقابلہ کے معنے معروف اور اصطلاح نجوم میں دو ستاروں کے درمیان چھ بروج کے فاصلہ کو کہتے ہیں۔ ۶۲ لیے پردے ہوئے موتی۔

۶۳ بالفرض اگر میں زمین کو متحرک قرار دوں تو مٹی کا شکستہ گھوڑا بھی جاندار گھوڑوں سے آگے نکل جائے۔ ہیئت قدیم میں زمین ساکن مانی گئی ہے۔ فروس جمع ہے فرس کی = گھوڑا۔

۶۴ مٹا ہوا۔ ۶۵ برجیس = ستارۂ مشتری جسکو سعد اکبر کہتے ہیں۔

۶۶ نکتہ پرورِ طوس = فردوسی طوسی۔ یعنی محمود میری فیاضی (گوہر افشانی) اور اپنے بخل سے خجل ہو اور فردوسی اپنی عدم استغنا اور بے بضاعتی سے شرمسار لہذا دردِ دل میں دونوں ایک دوسرے کے شریک حال ہوں۔

قماش[۶۷] دیکھ کے رنگینی سخن کا مری	حریر لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس
خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس حسن	کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس
ہے جب تلک گل و بر قسمت نہال و شجر	ہے جب تلک دل لالہ میں داغ حسرت و بوس[۶۸]
مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخل مراد	رہین داغ عدو کا رہے دل مایوس

۶۷ قماش = ریشمی کپڑا۔ اور رنگولی۔ مدروس۔ پھٹا پرانا۔

۶۸ بوس = شدت غم۔

(۲۳) منقبت امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کوئی اس دور میں جیئے کیونکر
ملک الموت ہے ہر ایک بشر

دادخواہوں کے شور سے دیکھو
چونک پڑتا ہے فتنۂ محشر

آئینہ نے بھی اس زمانہ میں
تیغ کیسے نکالے ہیں جوہر

آتش لعل[1] شعلۂ جانسوز
آب نیساں ہے ایک بدگوہر

جسکو دیکھو سو مایۂ بیداد
کیا ہوا گر نہیں ہے سیمیں بر

ذکر انساں سے دیو بھوں ہو
آدمی سے پری کو آئے حذر

ہے پئے اشتیاق ویرانی[2]
شاہ فرہاد ہے ستوں کشور

نہ امیروں کو پاسِ بندیِ عدل
نہ رعایا مطیعِ و فرماں بر

۱۔ انقلاب زمانہ سے ہر چیز کی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ لعل بجائے روح افزا ہونے کے شعلۂ جانسوز کا اثر رکھتا ہے۔ اور آب نیساں (جو موتی پیدا کرتا تھا) بدگوہر ہو گیا ہے۔ آتش لعل سے لعل کی سرخی مراد ہے اور آتش کی بنا پر شعلۂ جانسوز کہا ہے نیساں اور بدگوہر کی رعایت مخفی نہیں ہے

۲۔ عالم آشوب تباہی کا ذکر کرتے ہوئے مومن لکھتا ہے کہ بادشاہوں کو ملک کی آبادی کے بجائے ویرانی مدنظر رہتی ہے گویا بادشاہ فرہاد ہیں اور اُن کا ملک بے ستون ہے بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے جسکو کاٹ کر فرہاد نے دودھ کی نہر نکالی تھی۔ فرہاد ایک مزدور تھا جسنے شیریں (ملکہ ایران) کے عشق میں یہ کڑیاں جھیلی تھیں۔

اُسکو ہو رستمِ زماں کا خطاب | جو کرے قتل خُرد سالہ پسر

کمترین[3] خانہ زاد طعنہ زن | طرزِ حرفِ ملامتِ مادر

ہیں گدا پُر غرورِ شیرویہ[4] | بگینہ جو کیا ہے خونِ پدر

چمن آرا کو رسمِ پیرائش | اک بہانہ ہے بہرِ قطعِ شجر

دشمنِ[5] جانِ عاشقاں دیدار | گر نگہ تیغ ہے مژہ خنجر

خاص وہ مایۂ دل آشوبی | جسکا بسیار غم نہ ہو جاں پر

وہ جو سر کاٹ کر پشیماں ہو | رحم گر آئے نیم بسمل پر

وہ۔ نہ لی جسنے حال کی میرے | گذرا کیا۔ کہ بھول کر بھی خبر

وہ کہ مومن[6] کی ضد سے مومن ہو | یہ کہ اُسکے لئے بنے کافر

ہائے مجھ سا عزیز ہو یوں خوار | حیف خورشید زیرِ خاکستر

---

[3] ذلیل سے ذلیل خانہ زاد بھی اب یوں طعنے دیتے ہیں جیسے ماں اپنے بچے کو ملامت کرتی ہے۔ طرز = مثل۔

[4] شیرویہ ایران کا ایک بادشاہ تھا جسنے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کرکے حکومت حاصل کی تھی۔

[5] محبوب کا دیدار بجائے جاں فزا ہونے کے عشاق کا قاتل ہے گویا اسکی نگاہ تلوار کا کام دیتی ہے اور مژہ خنجر کا۔

[6] کافر معشوق کو مومن سے اسقدر ضد ہے کہ اگر وہ (مومن) اسکی خاطر کافر بنتا ہے تو معشوق اسکے جلانے کو مومن (صاحبِ ایمان) بن جاتا ہے۔

واہ اے چرخ تیری نا انصفی ۔۔۔ مہ اوجِ کمال فالِ اختر[7]
اوسے دینا تھا رحم نوشابہ[8] ۔۔۔ مجھے دی تھی جو عقل اسکندر
اوسے بلقیس گر بنایا تھا ۔۔۔ میں بھی زیبندہ تھا سلیماں فر
زہرہ پیرایہ گر کیا تھا اوسے ۔۔۔ مجھے لازم تھی شاہی معجر
یاں بھی ہوتی کلاہِ زریں گو[9] ۔۔۔ تھی جو واں سر پہ گوہریں چادر
ملک پرویز چاہیئے تھا مجھے ۔۔۔ اوسے شیریں خشم کیا تھا اگر
روتے ہیں تیری جان کو ظالم ۔۔۔ ایک میں کیا کہ سارے اہلِ ہنر
سینہ صافوں کو سلکِ مروارید ۔۔۔ نہ ملے جز سرشکِ دیدۂ تر
لبِ رنگیں بیاں ہے اور خوں ناب ۔۔۔ تیرہ باطن ہے اور مئے احمر

---

[7] فالِ اختر = بدنصیب۔

[8] نوشابہ ملک بردع کی ملکہ تھی جس کے دربار میں سکندر قاصد بنکر گیا تھا۔ اور بعد کو نوشابہ نے سکندر کو پہچان کر اوسکا اعزاز و اکرام کیا تھا۔ آیندہ شعروں میں ملکہ سبا کی ملکہ بلقیس کی تلمیح ہے جو مسلمان ہو کر حضرت سلیمانؑ کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ اسی طرح شیریں ایک حسین عورت کا نام ہے جو خسرو پرویز کی معشوقہ تھی۔

[9] کلاہِ زریں گو = وہ ٹوپی جس میں سونے کی گھنڈی لگی ہو۔ گوہریں معجر = موتیوں کا مقنع۔

قاضیِ[۱۰] مشتری کمال سے ہیں ہندوانِ زحل شیم بدتر

منشیانِ[۱۱] عطارد آسا کو نورِ خورشید سوزِ حسرتِ زر

صدرِ[۱۲] انجم شناس سے تاباں مہِ کامل کی طرح داغِ جگر

ہوسِ[۱۳] خوشہ سے لبانِ مغاں عیدِ خورشید روزِ شہریور

منّ[۱۴] و سلوا کباب مے آلود زاہد اتنے ہیں جوع سے مضطر

۱۰ قاضی مشتری کمال = ایسے قاضی جو مشتری کا سا کمال رکھتے ہوں۔ مشتری (برجیس) ایک سعد ستارہ ہے جسکو قاضی فلک بھی کہتے ہیں۔ زحل شیم = زحل کی سی خصلت رکھنے والے (کیواں) ایک نحس ستارہ ہے جسکو شحنۂ فلک بھی کہتے ہیں۔ واضح رہے کہ مشتری چھٹے آسمان پر ہے اور زحل ساتویں آسمان پر۔

۱۱ عطارد جیسا رتبہ رکھنے والے منشیوں کو نورِ خورشید تو کہاں میسر ہاں زر کی حسرت میں جلنا نصیب ہے۔ عطارد ایک ستارہ ہے جسکو منشی یا دبیرِ فلک کہتے ہیں۔ خورشید اور زر کی باہمی مشابہت ظاہر ہے۔

۱۲ صدر = سینہ۔ انجم شناس = نجومی۔

۱۳ شہریور = کوار کا مہینہ۔ اس ماہ میں آفتاب برج سنبلہ میں (جسے فارسی میں خوشہ کہتے ہیں) ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ خورشید ماہِ شہریور محض خوشہ کی رعایت سے دنیا کے لئے عید کا حکم رکھتا ہے اور لوگ آفتاب پرستوں کی طرح اوسکی خوشی مناتے ہیں۔

۱۴ منّ و سلویٰ = ترنجبین و بٹیر جو غیب سے بنی اسرائیل کے لئے بھیجے جاتے تھے زاہد بھوک سے [illegible] ہو گئے ہیں کہ شراب آلود کباب کو منّ و سلویٰ کی طرح نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے ہیں۔

بالکے الزام دستِ خالی سے — فلسفی پیٹتا ہے اپنا سر

آب[15] و ناں کے لیئے گِرَو رکھیں — رستمانِ زمانہ تیغ و سپر

شعرا کو یہ آرزو ہے شعیر[16] — خوانِ عیسیٰ ہے نیم خوردۂ خر

کام آئے نہ نغمۂ شیریں — طوطیوں کو ہے حسرتِ شکر

سروران سپہر مرتبہ ہیں — بسکہ جاہل نواز دوں پرور

کھا گئے[17] وہ سرمۂ صفاہاں — ق — جیسے نکتے کمالِ نورِ بصر

دیکھے نرگس حسد سے جانبِ گل — خوردہ بیں ہوگئے ہیں اہلِ نظر

واعظوں کی زباں پہ آتا ہے — برملا شکوۂ قضا و قدر

---

15 آب کی رعایت سے تیغ اور ناں کی مناسبت سے سپر کا لفظ لانا خالی از لطف نہیں

16 شعیر = جَو- نیم خوردۂ خر- گدھے کا جھوٹا یعنے بچا ہوا کھانا- خوانِ عیسیٰ سے مراد وہ خوان نعمت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا-

17 سرمہ کھانے کی خاصیت یہ ہے کہ آواز بیٹھ جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ اہل ہنر جن کو کمال اصفہانی ایسا شاعر نور بصر لکھتا ہے زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے عمداً سرمہ کھا لیتے ہیں تاکہ ہنر چھپا رہے- اور بے ہنری کے لباس میں جا کر جاہل پرور امیروں میں رسوخ حاصل کریں نور بصر اور سرمہ کی رعایت ظاہر ہے- واضح رہے کہ کمال بھی اصفہانی تھا- اور سرمہ بھی اصفہانی مشہور ہے-

بن[۱۸] دنداں سے کھائے نالِ قلم — خوش نویسوں میں جو ہے سر دفتر
کہے مفتی سوال کو واجب — کسب مفقود جو ہوے یکسر
خاک[۱۹] اوڑاتا ہے پشت آئینہ — دیکھکر زرنگار۔ آئینہ گر
بھلے بھولے ہیں بے خرد کیا دور — بید مجنوں بھی گر لے آئے ثمر
سختی و کاہلی کی دولت سے — دامنِ کوہ میں ہیں لعل و گہر
باندھتے ہیں سخن سرا موزوں — کس طرح ہو نصیب سرو کو بر
جام[۲۰] نمرود کا فسانہ کہیں — چارہ فرمائیے علاجِ سہر

---

[۱۸] نالِ قلم = قلم کا ریشہ = سر دفتر = سردار پہلے رسم تھی کہ خوشنویس قلم کا ریشہ اس اعتقاد سے کھا لیا کرتے تھے کہ اس سے خط عمدہ ہو جائے گا۔

[۱۹] آئینہ گر پشت آئینہ کو زرنگار دیکھکر خاک اوڑاتا ہے کہ میری قسمت میں اتنا بھی زر نہیں ہے

[۲۰] سہر = بیخوابی = نمرود ایک کافر بادشاہ کا نام ہے۔ اوس پر بطور عذاب ایک مچھر مسلط کیا گیا تھا جس نے نمرود کے دماغ میں داخل ہوکر اوسکا آرام و خواب حرام کر دیا تھا۔ جام نمرود۔ جام پیالہ کو کہتے ہیں اور سات کی تعداد کو بھی۔ منقول ہے کہ حکمانے نمرود کے لیئے سات طلسم تیار کیئے تھے۔ اون میں ایک حوض بھی تھا نمرود اور اوسکے درباری اوس میں شراب و دوسری چیزیں جام بھر کر ڈالتے تھے اور بعد کو وہی چیز نکل آتی تھی قاعدہ ہے کہ افسانہ سننے سے نیند آجاتی ہے مگر تدبیر کی بوالعجبی دیکھیئے کہ نمرود کا فسانہ تجویز کیا

سُنکے لَایَحۡتَسِبُ[۲۱] کا مژدہ ہوا — کافروں کو بھی گونہ گونہ خطر

جب نہ تب وا لضحیٰ پڑھے ہو امام — مقتدی تا سنیں فلا تنہر[۲۲]

قدردانی کا نام ہی نہ رہا — چند ناداں ہوے ہیں نام آور

اک امیر سخن شناس نہیں — اٹھ ہیں شاعر شناگستر

کہئیے گر بادشہ کو عرش سریر — کہے پیری بلا کو ہو چکر

صدر ارسطو کہے سے مانے برا — حکما کو سنا چہے کافر

اے لب یاوہ گو سے بیہودہ درا — بس کہاں تک یہ ناستودہ سمر[۲۳]

کب تک شکوۂ جفائے فلک — تا کجا طعنۂ قمر چاکر[۲۴]

---

[۲۱] وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (اور جو اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اوسکے لیئے گذارہ کی صورت پیدا کردیگا اور اوسکو ایسی جگہ سے رزق دیگا جسکا اوسکو گمان بھی نہ ہوگا اور جو خدا پر بھروسہ کریگا خدا اوسے کافی ہے) مطلب یہ ہے کہ جب متقی لوگوں کو جناب الٰہی سے یہ بشارت دی گئی تو کافروں کو بھی جو بمقتضائے الدنیا جنت الکافر (دنیا کافر کے لیئے جنت ہے) اس اور بیفکری کی زندگی بسر کر رہے تھے خطرہ پیدا ہوگیا اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ کہیں ہماری عیش تنعم اہل تقویٰ کے مفاد پر قربان نہ کردیا جائے۔

[۲۲] فلا تنہر جزء ہے پوری آیۂ کریمہ کا۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ (سائل کو نہ جھڑک) آیت سورۂ والضحیٰ میں ہے

[۲۳] ناستودہ سمر = بیہودہ افسانہ [۲۴] قمر چاکر = اس میں اضافت مقلوب ہے یعنی چاکر قمر یہاں آسمان مراد ہے کیونکہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک دور قمر مانا گیا ہے۔

ہجو گوئی نہیں ہمارا کام — ایسی باتوں سے خامشی بہتر
پڑھ کوئی وہ غزل کہ اعدا بھی — حبذا حبذا کہیں سنکر

مطلع ثانی

لاؤں اس مفلسی میں سوزن زر[25] — ہونٹ سینے دے گر نصیحت گر
جو مری سن لے میں بھی اسکی سنوں — کہ زباں گنگ ہے نہ گوش ہے کر
کیا کہوں جی پہ کیا گذرتی ہے — یہ ستم کس کو آسے گا باور
اپنی حسرت کا کچھ علاج نہیں — یار ہو بخت یا فلک یاور
ہے یقیں یہ کہ خاک ہی میں ملے — آرزوئے وصال سیمیں بر
نکلے ارمان کیا کہ نکلے ہیچ — نالہائے شب و فغانِ سحر
دیکھو انصاف سے کہ ظلم ہے ظلم — گر نہ ہو روے التفات ادھر
تابِ رخسار و تیرہ روزی سے — وہ اگر مہر ہے تو میں ہوں قمر
نہ کوئی مایہ دار حسن اتنا — نہ کوئی مجھسا عاشق بے زر
وہ بھی ایسا نہیں کہ یوں محروم — رکھے مستوجب کرم کو مگر
[26] مانعینِ زکات ہیں اغیار ق — یادِ ایامِ نصفتِ سرور

۲۵ نصیحت گر = ناصح یہاں ناصح کے ہونٹ سینے کے لیئے باوجود مفلسی سونے کی سوئی تجویز کرنا ایک قسم کا لالچ دینا ہے جو لطف سے خالی نہیں۔

۲۶ حضرت صدیق رض کے زمانہ میں مرتدین پر فوج کشی کی گئی تھی جنہوں نے فرضیت زکوٰۃ کا انکار کیا تھا یہ واقعہ ۱۱ھ کا ہے

مسند آرائے محفلِ تقدیس — اولیں جانشینِ پیغمبر

خاکساری پسند عرش مقام — آدمی صورت و فرشتہ سیر

مُلکِ دل سریر جاں خرگاہ — شاہِ دیں تاج معدلت کشور

سینہ سرشارِ مہرِ یزدانی — چشم لبریزِ جلوۂ محشر

لب وہ آبِ حیات جسکے لیے — تشنہ کام صد آرزو کوثر

آرزو پابوس[27] میں ہے خورشید — ذروۂ اوج پایۂ منبر

چرخ[28] و آشوب دور میں اسکے — جوشِ یاجوج و سدِّ اسکندر

کیا گنے کوئی خوبیاں اس کی — اک سخاوت شمار سے باہر

لکھیے اس ہاتھ کو جو پنجۂ مہر — ذرہ پاوے رواجِ خوردہ زر

ذکر میں اس کی جود پیہم کے — مبتدا ایک ہے ہزار خبر

خاکِ بیز اس گلی کا ڈالے ہے — خاکِ مذکور گنجِ قاروں پر

ہم بہا[29] اسکی درفشانی سے — تارِ اشکِ یتیم و سلکِ گہر

---

۲۷ خورشید ممدوح کی قدمبوسی کی خواہش رکھتا ہے گویا اس آرزو میں آپ کے پایۂ منبر تک پہونچنا اسکے لیے اعلیٰ درجہ شرف ہے۔ ذروہ = بلندی۔ آفتاب کا شرف اسوقت ہوتا ہے جب وہ برج حمل میں جاتا ہے

۲۸ چرخ بجائے مصدرِ آشوب ہونے کے آپ کے دور میں آشوب و فتنہ کو اس طرح روکے ہوئے ہے جس طرح سدِّ سکندری قوم یاجوج کے جوش کو۔ یاجوج ماجوج دو مفسد قومیں تھیں جن کے روکنے کے لیے سکندر ذوالقرنین نے ایک دیوار بنا دی تھی۔

۲۹ آپ کی فیاضی نے یتیموں کے آنسوؤں کو موتیوں کا ہم قیمت کر دیا ہے۔

اُسکے دروازہ کے گدا کی زکات — مُلکِ خاقان و حشمتِ قیصر

کچھ نظر میں سمائے تو دیکھے — پنجۂ خور کو اُس کا دست نگر

خُلق ایسا کہ ذکر میں جس کے — بھولے عاشق حکایتِ دلبر

دم بھرے اُسکے کوے دلکش کا — باغِ جنّت میں بھی نسیمِ سحر

اسکو ہے کین و دشمنی اُسکی — قدرِ کاہ و بہا شکن گہر

ق

ربط سے زخمہائے اعدا کے — قطرۂ خوں ہو مشک بارِ دگر

رافت اُسکی ہو جب ضعیف نواز — آب ہو جائے شرم سے عنبر

جب[۳۳] اُولوا الفضلِ منکم اے حاسد — اُسکے حق میں کہے جہاں داور

---

۳۱ جو ممدوح سے دشمنی رکھتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے یہاں تک کہ جو مشک آپ کے دشمنوں کے زخم پر (زخم صاف کرنے کے لیئے) لگایا جاتا ہے وہ بھی اس نسبت کی وجہ سے اپنی حالت اصلی پر عود کر آتا ہے اور ناچیز قطرۂ خون بن جاتا ہے۔ مشک ہرن کا خون ہوتا ہے جو عرصہ کے بعد منجمد ہوکر خاص صورت اختیار کرتا ہے۔

۳۲ عنبر مشہور خوشبو کا نام ہے جو دریا سے دستیاب ہوتی ہے۔ عنبر کے شرم سے پانی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ بھی ضعیف ہوتا تو ممدوح کی نگاہ رحمت کا مستحق ٹھہرتا۔ رافت = رحمت

۳۳ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ (الآیۃ) (تم میں سے بزرگی اور مقدور والے اپنے قرابت والوں کو دینے دلانے کی قسم نہ کھالیں) یہ آیت حضرت صدیق رضہ کے حق میں نازل ہوئی تھی جب اُنھوں نے اپنے ایک قرابت دار بدری صحابی کا وظیفہ اُن کی خطا پر ناراض ہوکر بند کردیا تھا۔

فضلیت مین کیا سخن ہے یہ بات ق سب سے بہتر کہ سب سے ہے بہتر
حکم سے اُسکے بے سر و ساماں سر جم سے اُتار دے افسر
اور پڑھتا ہوں ایک وہ مطلع جان دے جس پہ ہر سخن گستر

مطلع ثالث

اے مسیحا دم رواں پرور زندگی بخشِ دین پیغمبر
گرمیِ التفات سے تیری خشک ہو عاصیوں کا دامن تر
ہے سراپا تو مہرۂ تریاک[۳۳] تجھ کو کیا نیش مار سے ہو ضرر
ہے ترے خار جیب کا قصہ[۳۴] نشتر یان حسود کو نشتر
تو وہ سلطاں کہ بارگہ کا تری پست کا شانہ ہے فلک منظر
قصرِ جاہ و جلال میں تیرے فخر کیواں ہے پاسبانیِ در
ذرۂ خاکِ در کی تابش سے جل گیا مہر آتشیں پیکر

[۳۳] ہجرت کے وقت حضرت سرورِ عالم صدیق اکبر کے ساتھ غار ثور میں تشریف رکھتے تھے۔ غار کے سوراخ بند کر دیے گئے تھے مگر ایک سوراخ باقی تھا جسمیں حضرت صدیق اکبر نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا لگا دیا تھا۔ ایک سانپ نے انگوٹھے میں کاٹ لیا اور بالآخر حضور کے معجزہ سے شفا حاصل ہوئی۔ مہرۂ تریاک جو سانپ کے زہر کو دور کرتا ہے۔

[۳۴] ایک مرتبہ حضرت صدیق نے راہ خدا میں اپنا تمام گھر بار لٹا دیا جسم ڈھانکنے کے لیے صرف ایک کمبل رہنے دیا جسکو کھلانے کے خیال سے کانٹوں سے سی لیا تھا۔ نشتریانِ حسود = حاسد کی رگ۔

گر تری بے رضا کرے گردش — ٹوٹے دولاب چرخ کا محور

ماجرا سن کے تیغ کا تیری — الاماں الاماں کہیں کافر

ذکر کرنے زبان کٹتی ہے — کیا بیاں کیجے تیری خنجر

دیکھ کر گرز خار دار ترا — ہو زرہ فرق خصم پہ مغفر[۳۴]

تیری چین کمند دلکش کا — دم بھرے جذبہ پہ دم اژدر

کچھ تعجب نہیں جو چڑھ جاوے — قلعۂ چرخ پر ترا لشکر

کہ ہے قدسی گہر ملک فطرت — ق — جیش منصور میں ہر ایک بشر

تیری تلوار کی وہ آنچ کہ گر — پھونک ڈالے لپٹ سے آتش آذر

دیکھ کر تیری تیغ کوہ شگاف — ٹوٹ جاتی ہے سرکشوں کی کمر

خط نصف النہار ہو محسوس[۳۵] — گر فلک کو عدو بنا لے سپر

دور نصفت میں تیرے فتنہ کا[۳۶] — پاس اصحاب کہف کے بستر

---

۳۴ مغفر (خود) زرہ بن جاتا ہے یعنی زرہ کی طرح اس میں سوراخ پیدا ہو جاتے ہیں۔

۳۵ خط نصف النہار آسمان پر ایک فرضی خط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ کا دشمن آسمان کو ڈھال کی جگہ کام میں لائے تو خط نصف النہار (باوجود خط موہوم ہونے کے) محسوس ہونے لگے گویا آسمان کی ڈھال میں بھی بال پڑ جائے۔

۳۶ اصحاب کہف چند خدا پرست لوگ تھے جو دقیانوس (کافر بادشاہ) کے دست ظلم سے تنگ آ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے جہاں وہ اب تک سو رہے ہیں۔ شاعر کی مراد یہ ہے کہ آپ کے انصاف کی وجہ سے فتنہ و فساد معدوم ہو گیا گویا اصحاب کہف کے پاس سو رہا ہے۔ کہف۔ غار

تو وہ عادل کہ ذکر کسریٰ میں — عدل کی تجھ سے داد چاہے عمر

نرد بازوں کو عہد میں تیرے[38] — شش جہت جیسے مہرۂ ششدر

وزد چوری سے جی چراتے ہیں — گو نہ ہووے ذرا مقام خطر

فتنہ سازوں کو وہم فتنہ نہیں — دل ترا ہے جو کاشف مضمر

بادہ کش ایسے تلخ کام کہ ہے — کف مار سیہ مئے احمر

خم واژوں فلک سبو سے تہی[39] — دور بگذشتہ گردش ساغر

عیب جو خوردہ بیں کا یہ احوال — دور بیں کو فلک نہ آئے نظر

ذکر میں انتظام حق کے ترے[40] — مترادف ترحم و کیفر

خوف عصمت سے تیرے آئے جو پاس — شمع پروانہ کے جلادے پر

لکھے گر ہے ترا اشتق بالعرض — صفحہ سے محو ہو خط مسطر

---

[38] چونکہ آپ کا اعتساب لہو ولعب سے مانع ہے اسلیے نرد (چوسر) کھیلنے والے مہرہ ششدر کی طرح حیران ہیں اور اُن کو کوئی راہ نہیں ملتی - مہرۂ ششدر نرد کی بازی میں اُس مہرہ کو کہتے ہیں جو پیچ ہو جائے اور چھوں خانوں میں سے کسی خانہ میں نہ چل سکے -

[39] آپ کے عہد میں شراب کا شغل دنیا سے اٹھ گیا اسلیے شراب کا خالی سبو خم واژوں کے خم کا حکم رکھتا ہے اور ساغر کی گردش گزرا ہوا دور سمجھا جاتا ہے یعنی سبو اُلٹ دیے گئے ہیں اور ساغر کا چلنا موقوف ہے -

[40] آپ کے انتظام برحق میں انعام و پاداش ہم معنی ہیں یعنی اگر آپ کسی کو سزا بھی دیتے ہیں تو دراصل اُس کے حق میں بھلائی کرتے ہیں -

زر و سیم نثار کردہ ترا | ہے عروسِ زمانہ کا زیور
میں اب کر دعا کہ سنتا ہے | تیری تقریر گوشِ دل سے اثر
جب تلک گردشِ سپہر سے ہے | انتسابِ حدوثِ نیکی و شر
تیرے احباب نیک بخت مدام | تیرے اعدا ہمیشہ فالِ اختر
جب تلک اس تیرہ خاکداں میں ہے | کوئی گم کردہ رہ کوئی رہبر
تیرے حاسد ہوں غولِ صحرائی | تیرے پیرو ہوں پیشوائے خضر
نیکخواہ اور خوبیِ دارین | بدسگال اب سے خوار تا محشر

---

(۱۳) منقبت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

چڑھا اس کی زلف کو دوں اپنے عقدۂ مشکل | تو بوالہوس کا بھی ہرگز کبھی نہ چھوٹے دل
تم اور حسرتِ ناز آہ کیا علاج کروں | میں نیم جاں نہ رہا امتحان کے قابل
انتہیہ حورِ بہشتی پہ لاؤں کیا ایماں | کہ برہمن ہوں تو ردکردۂ بتانِ چگل

۱۔ اسلیے کہ میری مشکل کی گرہ محبوب کے خمِ زلف سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے۔ بوالہوس۔ رقیب جو ہوس کا غلام ہے عشق کا بندہ نہیں۔
۲۔ میں برہمن بنتا ہوں تو بت مجھے منہ نہیں لگانے۔ جب یہ حال ہے تو حورِ جنت کا وصال معلوم = چگل۔ ترکستان کا ایک حُسن خیز شہر۔

وہ شوخ برق عناں خاک میں ملادے گی — اگر ہو حسرتِ دنبالہ گردیِ محمل

چلا ہی جاتا ہوں میں گو چلا نہیں جاتا — غضب ہے شوقِ رسائی و دوریِ منزل

میں[3] کیونکہ مطربۂ مہروش کو رام کروں — چلے نہ زہرہ پہ نہار جادوئے بابل

مثال دیتے ہیں روزِ فراق سے کیا دور — بلائیں ہوں[4] شبِ یلدا میں چرخ سے نازل

مزہ[5] ہے وصل کا ہجراں سے پیشتر لینے — گلِ خزاں زدہ کو کیا بہار سے حاصل

ہوں بیگناہ و لے خوں بہا معاف کیا — کہ وارثوں سے کہیں ملتفت نہ ہو قاتل

خدا سے ڈر بتِ بیدرد۔ یہ ہے کیا انصاف — کہ تو جفا سے نہ ہو اور وفا سے ہوں میں خجل

جو[6] سیکھے فتنہ گری رنجِ عشق سے یاجوج — نہ ہو سکے کبھی سدِ سکندری حائل

یہ کیا غضب ہے کہ تم کو تو ربطِ غیر سے ہو اور — مجھے یہ حکم کہ زنہار تو کسی سے نہ مل

جلا پذیر ہو میرے غبارِ دل سے تو زنگ — فنائے آئینہ کے بعد بھی نہ ہو زائل

ہ۳ کیونکہ = کیونکر۔ یہ ایک بے سر و پا افسانہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ہاروت ماروت دو فرشتوں کا جو بابل میں تھے ایک مطربہ (زہرہ) پہ عاشق ہونا اور پھر اس مطربہ کا آسمان پر ستارہ بن کر اڑ جانا بیان کیا جاتا ہے۔

ہ۴ یہ نحوست اسلیے کہ شبِ یلدا کو روزِ فراق سے مثال دی جاتی ہے۔ شبِ یلدا = سال کی سب سے بڑی اور اندھیری رات۔

ہ۵ ۔ ہجر کے بعد اگر وصل میسر ہو تو بیسود پھول کو جب خزاں نصیب ہو چکی تو بہار سے کیا حاصل۔

ہ۶ اگر قوم یاجوج عشق سے فتنہ گری سیکھ لے تو سدِ سکندری بھی اسکو نہ روک سکے۔

میں اپنی کشتیِ طوفاں رسیدہ سے خوش ہوں ۷	کہ بحرِ عشق میں کامِ نہنگ ہے ساحل
وصالِ غیر کے طعنوں سے بھی جلا اُس کا	کہاں وہ گرمیِ صحبت کہ خود ہوا میں خجل
نئی طرح سے میں کرتا ہوں اب غزل خوانی	عدو بھی چاہیے اس زمزمہ کے ہوں قائل

مطلعِ ثانی

دل اب کی بار ہوا آپ ہی بے جگر مائل	کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گھول
فغاں کہ دلبرِ خود کام سے پڑا مجھے کام	حصولِ کار ہے بیکار و سعیِ بے حاصل
وہ تند خو کہ اگر جور سے پشیماں ہو	تو پھر عذر کرے نازہائے تاب گسل
وہ پُر فریب ۸ کہ ہوں پیش بیں تغافلِ ناز	ہمیشہ حالتِ عاشق سے گر رہے غافل
وہ سخت گیر کہ رہے نہ طاقتِ جنبش	تو نیم جانِ غمِ عشق کو کہے کاہل
وہ بیوفا ۹ کہ مکر جائے جاں شکستن تک	کرے جو وعدہ روزِ جزا دمِ بسمل

۷ گویا عشق کے دریا میں لقمۂ نہنگ بننا ساحلِ مقصود پر پہونچنا ہے۔ یا ساحلِ مقصود پر پہونچنا لقمۂ نہنگ ہونے کے برابر ہے۔ بہرحال شعر میں محبت کی ایذا پسندی پر زور دیا گیا ہے۔

۸ معشوق کی ادائیں اسقدر عاشق فریب ہیں کہ اُدھر وہ تو غفلت کرتا ہے اور اُدھر دل کو تغافلِ ناز کا گمان ہوتا ہے۔ تغافل = جان بوجھ کر بے خبر بننا جو خود ایک گونہ التفاتِ نہانی کا پتہ دیتا ہے۔

۹ اُس کے وعدے اسقدر کم دیر پا ہیں کہ اگر اپنے عاشق سے اُس (عاشق) کی جانکنی کے وقت قیامت میں ملنے کا وعدہ بھی کر لیتا ہے تو دم توڑتے تک فوراً مکر جاتا ہے۔

وہ شمعِ انجمنِ نازہا ے حوصلہ سوز — جو سمجھے خواریِ مشتاق رونقِ محفل
وہ جنگجو کہ اگر سہہ سکے رشک دشمن بھی — تو بیحیائی کے طعنے ہوں جان کے قاتل
وہ بے نیاز کہ لیلےٰ بھی گر رکاب میں ہو — نہ پھر کے دیکھے کہ کون آئے ہے پسِ محمل
وہ پرشعار و طرحدار و دلربا جس سے — امیدِ وصل خطا۔ ترکِ آرزو مشکل
وہ شوخ بے سبب آزار و سنگینہ خونریز — کہ جرمِ[۱۰] قاتلِ عثمان کا نہ ہو قائل
وہ نکتہ[۱۱] داں کہ تقیہ کو اصلِ دیں کہتا — دمِ شکایتِ عاشق ہو نہ جفا سے خجل
وہ دوربیں[۱۲] کہ خدا پر کرے بداثبات — نہیں ہے غیر بس اعتماد کے قابل
وہ کج ادا صنمِ خودپسند کافر کیش — کہ جسکے زعم میں باطل حق اور حق باطل
وہ فتنہ گر بتِ عہد ناشناس ناانصاف — جو فرضِ عین سمجھتے نہیں داد رِ عادل
امامِ اہلِ تقیہ شہریارِ کشورِ عدل — امیرِ لشکرِ دین و مبارزِ مقتل

۱۰ حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں اہلِ مصر کی بغاوت کے باعث ۳۵ھ میں شہادت پائی۔

۱۱ محبوب ایسا نکتہ داں ہے کہ جب عاشق ظلم کی شکایت کرتا ہے تو وہ بجائے شرمندہ ہونے کے تقیہ کا عذر پیش کر دیتا ہے یعنی تم جسے ستم سمجھتے ہو یہ درپردہ کرم ہے۔ اور جسے جفا کہتے ہو اصلاً وفا ہے گویا تقیہ پر بھی اسکا اعتقاد اسی مصلحت پر مبنی ہے تقیہ = کسی خوف سے امرِ واقع کے خلاف اظہار کرنا۔

۱۲ بداء = کوئی فیصلہ کر کے اُس سے رجوع کرنا۔ چونکہ غیر (رقیب) قابلِ اعتماد نہیں اور محبوب کو اُس پر اعتماد ہے اسلیے غیر کو معتمد ثابت کرنے کے لیے وہ پہلے خدا پر بداء ثابت کرتا ہے جس سے اُس کا مقصود یہ ہے کہ جب خدا پر رجوع ثابت ہوا قابلِ اعتقاد ہے تو غیر پر کیوں نہ اعتبار کیا جائے۔

بلند پایہ عمر جسکے قصرِ رفعت کا | گدا ہے خاک نشیں بنائے آسماں منزل
جو شمس شمسۂ[13] قصر اسکا ہو تو ہندسہ داں | کریں نہ مدخلِ ظل سے تمیز مخرجِ ظل
شہِ سریرِ خلافت سپہرِ کمال | محیطِ ابرِ نوال و سحابِ دریا دل
وہ فورِ بذل و کرم یوں پکار کے کہتا ہے | کہاں ہے معن[14] کریم اور حاتم باذل
یہ احتساب[15] کی اُسنے نئی نکالی راہ | ہوا وفورِ سخاوت سے مانعِ سائل
حساب[16] دفترِ احساں کا اُسکے مشکل و سہل | کہ بے شمار ہے گو ہے فقط مدِ فاضل
جو ہووے تلخیٔ خصمِ لئیم سے تشبیہ | کوئی بلید[17] تو سقمونیا نہ ہو مسہل

[13] شمسہ = چھتری اور زریں قرص جو کلس میں لگی ہوتی ہے۔ اگر سورج کو ممدوح کے محل کے شمسہ ہونے کا شرف میسر ہو تو پھر سورج کی روشنی نصف النہار کی طرح ہر وقت یکساں رہے یعنی نور ہی نور ہو اور سایہ کا پتہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں سایہ کے مدخل اور مخرج کا امتیاز ناممکن ہوگا۔

[14] معن = عرب کا ایک مشہور سخی گذرا ہے۔ باذل = سخی۔

[15] احتساب = شریعت کی رو سے سوال (گداگری) جرم ہے۔ یعنی ممدوح نے احتساب کا یہ نیا طریقہ نکالا کہ لوگوں کو طلب سے پہلے بیشمار مال و زر عطا کیا۔ اب کسی کو سوال کی حاجت ہی نہ رہی۔

[16] حساب سہل تو یوں ہے کہ صرف ایک مدِ فاضل ہی شمار کرنی ہے اور مشکل یوں ہے کہ محض اسی ایک مد میں آپ نے اسقدر بخشش کی ہے کہ محاسب عاجز ہیں۔

[17] یہ ایسا ہی ہے کہ ممدوح کے دشمن کے تلخی کے سامنے سقمونیا کی تلخی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ سقمونیا: ایک کڑوی دوا جو مسہل میں دی جاتی ہے۔ بلید = کند ذہن۔

رہے نہ بیمِ خسوف[18] اور نہ احتمالِ ہبوط ‏ — ‏ جو اسکی رائے سے ہو مستضی مہِ کامل

معاندو۔ جو کہا خاتمِ رسالت نے ‏ — ‏ کہ تیرے[19] بعد نبوت کے تھا عمرؓ قابل

ق

یہی خلافتِ راشد کی اسکو بس ہے دلیل ‏ — ‏ یہی امامت برحق کی اسکو بس ہے سجل

بڑھا[20] یہ پایۂ الہام رائے صائب سے ‏ — ‏ کہ مشورے پہ ہوئی اسکے وحی بھی نازل

یقیں کہ راہنمائی ہے پیروی اسکی ‏ — ‏ نہیں تو سایہ سے کیوں بھاگتا ہے دیو مضل[21]

مثال عدل میں نوشیرواں کو تجھ سے غلط ‏ — ‏ کہ بت پرست کہاں فارقِ حق و باطل

رواجِ حسنِ عمل تیرے دور میں یہ ہوا ‏ — ‏ کہ گفتگو[22] میں بھی مرفوع ہو گیا فاعل

یہ جوش خانۂ کفار کی خرابی کا ‏ — ‏ کہ خود گرائے کلیسا کو راہبِ خامل[23]

18۔ خسوف = گہن۔ ہبوط = ضد شرف یعنی ستارہ کا اپنی جائے مقررہ سے پستی کی طرف آنا۔
مستضی = روشنی حاصل کرنے والا۔

19۔ ترجمہ ہے حدیث شریف لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ کا۔ سجل = فرمان۔

20۔ مختلف امور میں ایسا ہوا کہ بمشورہ عمر فاروقؓ نے سرور عالم کے حضور میں پیش کیا اسی کے مطابق وحی الٰہی بھی نازل ہوئی۔

21۔ مضل = گمراہ کرنے والا یعنی شیطان۔ اسمیں اشارہ ہے حدیث اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ کیطرف

22۔ آپ کے عہد میں حسن عمل کی قدر یہاں تک ہے کہ اور تو اور گفتگو میں بھی فاعل مرفوع ہو گیا۔ مرفوع کے معنی ہیں صاحب رفعت و بلندی۔ نیز وہ لفظ جس پر رفع (پیش) ہو۔ عربی گرامر میں قاعدہ ہے کہ فاعل پر رفع ہوتا ہے۔ فاعل اور مرفوع میں ایہام ہے۔

23۔ راہب خامل = درویش گوشہ نشین۔ راہب عیسائی درویشوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

شہا کسی نے نہ دی یاں مرے ہنر کی داد / کہ نکتہ فہم نہ تھا ایک سرورِ بازل

وہاں صلہ میں نعیم جناں کی ہے امید / اگر ہو لطف ترا میرے حال کے شامل

وحید[27] عصر ہوں یا عقل اولیں کے گواہ / فرید دہر ہوں میں صفحۂ زماں پہ سجل

یہی صلہ ہے یہی ممدوح مجھکو زیبا تھا / یہی سخن یہی مداح تھا مرے قابل

یہ وہب[28] ہے کہ مناجات کبریا جو کروں / تو انصتوا کہے ذاکر سے عابد شاغل

سُنے جو شوق شب وصل مجھ سے ماہ لقا / کبھی[29] نہ گردش ایام ہو سکے فاصل

مری بیاض ہے وہ انتخاب کے نقطے / سپند[30] جیسے ہوئے گردن بتاں کے حمل

جہاں ہو ذکر مری دانش آفرینی کا / سفیہ[31] ہو وہ جو بہلول کو کہے عاقل

اگر پڑے مرے پیک خیال کا سایہ / گرا دے شاہ سواروں کو ہو کے راجل[32]

۲۷- وحید = یگانہ۔ فرید = یکتا۔ عقل اولیں = حضرت جبرئیل جنکو عقل کل بھی کہتے ہیں۔ سجل = نامہ جری مجازاً ثبوت -

۲۸- وہب = بخشش۔ مراد بخشش غیبی ہے۔ انصتوا = خاموش ہو جاؤ

۲۹- میرے بیان میں یہ اثر ہے کہ اگر معشوق مہ جمال شب وصل کا اشتیاق میری زبان سے سُنے تو جدائی کا نام نہ لے اور گردش ایام میرے اور اسکے درمیان حائل نہ ہو سکے جب تک مہ لقا حکایت شوق سنتا رہے شب وصل کا باقی رہنا ظاہر۔ یہاں مہ لقا کی لفظ سے خاص فائدہ لیا ہے۔

۳۰- سپند = اسگند جو نظر بد کے دفعیہ کے لیے جلایا جاتا ہے -

۳۱- سفیہ = بیوقوف۔ بہلول ایک درویش کا نام ہے جو بہت عاقل تھے مگر بظاہر دیوانہ بنے رہتے تھے۔

۳۲- راجل = پیادہ -

مرے کلام سے ہیں گونہ گونہ فائدہ مند — ادیب و نبض شناس و منجم و فاضل

یہ فیض[۳۳] دیکھ کہ اپنی خطا سے ہو آگاہ — گر اعتراض کرے کوئی حاسدِ جاہل

یہ معجزہ[۳۴] مرے سحرِ حلال کا کہ ہے کفر — ہر ایک سحر کے ملت میں جادوئے بابل

زحل[۳۵] پرست جو میری عزیمتِ منظوم — پڑھے تو لخلخۂ مشک ہو دخانِ مقل

اگر میں گریۂ مستانہ کا کروں مذکور — زمینِ میکدہ بے ابرِ آذری[۳۶] ہو گل

ہے فرق لفظِ جدید اور معنیِ نو میں — نہ کیوں کہ جیب مرے آگے ہو افصحِ وائل[۳۷]

۳۳۔ اگر مجھ پہ کوئی حاسد جہالت سے اعتراض کرتا ہے تو فوراً ہی مطلع ہو کر آخر میں ذلیل ہوتا ہے مومن اسکو بھی اپنا فیض بتاتا ہے کہ معترض کے جہل کو علم سے بدل دیا۔

۳۴۔ سحرِ حلال = شعر جو باوجود جادو کا اثر رکھنے کے جائز ہے۔ ہر مذہب والے جادو کو کفر جانتے ہیں اور یہ اصل میں میرے کلام کا اعجاز ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا حلال اور کفر کا مقابلہ واضح رہے۔

۳۵۔ اگر کوئی زحل پرست میرا نظم کیا ہوا منتر پڑھے تو گوگل کی دھونی مشک کی خوشبو بن جائے قاعدہ ہے کہ زحل کی تسخیر کے وقت گوگل کا بخور کرتے ہیں۔ عزیمت = منتر مقل = گوگل

۳۶۔ ابر آذری = وہ بارش جو پوس کے مہینے میں ہو۔ مہاوٹ

۳۷۔ افصح وائل = عرب کا مشہور فصیح جس کا نام سحبان بن وائل ہے اس میں یہ کمال تھا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ بولتا تھا اور جو لفظ ایک بار بولتا پھر کر رنہ کہتا۔ یعنی وہ الفاظ نئے بولتا تھا اور میں معانی نئے پیدا کرتا ہوں۔

کلام حد سے زیادہ سزا نہیں مومن — مبادا طعنۂ طولِ مقال سے مُبطِل[38]

خموش تا بکجا لاف ہائے بے معنی — خموش تا بکجا تُرّہاتِ لاطائل[39]

دعا پہ ختمِ سخن کر کہ شورِ آمیں سے — اٹھا بٹھائیں گے مُردوں کو عرش کے حامل

نصیبِ[40] روزِ جزا جب کرے نزولِ جلال — زمیں پہ چرخ سے تختِ شہنشۂ عادل

موافقوں کو بہشت و ترقیِ درجات — مخالفوں کو جہنم کا طبقۂ اسفل

منقبت امیر المومنین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

ہے یہی حسرتِ دیدار تو مرنا دشوار — دم شماری کی مری عمر ہے یا روزِ شمار

بدگمانی نے دعا سے بھی رکھا محروم آہ — رازِ دل غیر سے کس طرح میں کرتا اظہار

دور اتنے رہے محرومیِ قسمت سے کہ ہم — سمجھے ہندی صنموں کو بھی بتانِ فرخار[1]

دیکھ اتنا ہیں ترے عشق میں رسوا کہ ہوئے — جلوہ گر مہر گیا[2] دشت سے لے تا کہسار

۳۸- مبطل = باطل کرنے والا کنایہ ہے مخالف سے۔

۳۹- ترہات لاطائل = بیہودہ بکواس۔

۴۰- اس جملہ میں تختِ شہنشہ عادل فاعل اور نزولِ جلال مفعول اول اور نصیب مفعول دوم ہے۔

۱- فرخار ترکستان کا ایک مشہور حسن خیز شہر ہے۔ یعنی ہم ہندی صنموں سے اتنی دور رہے کہ انکو معشوقانِ فرخار سمجھے۔

۲- مہر گیا = ایک قسم کی گھاس ہے جسکو ہندی میں لکھمنی کہتے ہیں۔ اسکی خاصیت یہ مشہور ہے کہ جو کوئی اسکو اپنے پاس رکھتا ہے محبوب خلائق ہو جاتا ہے۔

بے سبب قتل سے آیا نظر انجام اپنا ۔۔۔ سرمۂ دیدۂ دشمن ہے مری خاکِ مزار

دھوم ہے تابشِ خورشیدِ قیامت کی مگر ۔۔۔ مجھ سے اللہ نہ پوچھیگا عذابِ شبِ تار

دردِ سر میری شکایت نہیں ہے ہم کو ۔۔۔ بزمِ دشمن میں جو مے پی تھی سو ہے اسکا ہی خمار

تاب بھی دیکھ کر اس بت کی تجلی نہ رہی ۔۔۔ میری قسمت میں نہ تھا ہائے خدا کا دیدار

پہنے تو غیر کے بھیجے ہوے کنٹھے افسوس ۔۔۔ دستِ گُل خوردہ مرا ہو نہ گلے کا ترے ہار

خاک ڈالی ہے جو سر پر تو اسی کوچہ کی ۔۔۔ یوں میں دیوانہ ہوں پر کام میں اپنے ہشیار

حیف صد حیف اگر غیر کے دم میں آئے ۔۔۔ میں اسی بات پہ مرتا تھا کہ تم ہو عیار

سیر کو باغ میں وہ شاخِ گُل آجائے اگر ۔۔۔ سرو و شمشاد سے قمری نہ کرے فرقِ چنار

۱۔ سمجھے یہ سببِ قتل ہوتے دیکھ کر رقیب کی آنکھیں کھل گئیں - اور اُس نے دیکھ لیا کہ میرا بھی ایک دن یہی انجام ہونے والا ہے - گویا میری خاکِ مزار اسکی آنکھوں کا سرمہ بن گئی -

۲۔ تابشِ خورشیدِ قیامت کی بڑی دھوم ہے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید خدا مجھ سے عذابِ شبِ تار یعنی ہجر نہ پوچھیگا ورنہ اس عذاب (تابشِ خورشید) سے کیا نتیجہ - یعنی خورشیدِ محشر کی دھوم جب ہی ہے کہ میں عذابِ شبِ تار بیان نہ کروں -

۵۔ یعنی اگر اس امتحان میں پورا اُترتا تو شاید آخرت میں بھی دیدارِ الٰہی کی تاب لا سکتا - اُمید جو بہشتی ہے لاؤں کہاں [illegible]

۶۔ دستِ گُل خوردہ = وہ ہاتھ جو داغ دیا گیا ہو -

۷۔ اگر محبوب نازک بدن باغ میں سیر کو آجائے تو اُسکے سامنے قمری سرو و شمشاد کو بھی ایسا ہی حقیر سمجھے جیسے چنار کو - قمری کا عشق سرو و شمشاد سے مشہور ہے -

ہم سے دشمن نے ترے راز کہے مستی میں — ایسے کم ظرف کو دیتے نہیں جامِ سرشار

پرسشِ گور کا اب ڈر ہے غلط فہمی سے[8] — ہائے جو دشمنِ جاں تھا اُسے جانا دلدار

بے وفا بوالہوس اور آپ ستمگر سچ ہے — نہ تمہارا کوئی عاشق نہ ہمارا کوئی یار

کیا ترا تیر مرا تشنۂ خوں ہے ظالم — واں سے آتا ہی کیے بازدہانِ سوفار

حور کا ذکر ہوسناک سے کر اے واعظ — مجھ کو اُس بُت کے سوا اور سے کیا ہے سروکار

میرے[9] سینہ پہ قدم زور سے مت رکھ ظالم — ہاں چُبھ جائیں کہیں پا میں کہیں دل کے خار

کس کی دلگیری بچائے بلا یا جی کو — کہ ہے خاکسترِ گلخن مری خاطر کا غبار

پہلوئے خصم میں نہ جائے یہ ہمارے ساقی — ہوں میں خمیازہ کشِ حسرتِ آغوشِ کنار

بات میری جو کسی طرح سمجھتا ہی نہیں — وہم آتا ہے کہ ناصح بھی نہ ہو عاشقِ زار

غیر کو بام پہ آ جلوہ دکھایا تم نے — یہ نہ سمجھا کہ پڑا ہے کوئی زیرِ دیوار

نورِ خورشید سے ہے جرمِ قمر کی تابش — مے سے ہو کیوں نہ فزوں حسنِ رخِ بادہ گسار

بیمِ رسوائی اور اندیشۂ بدنامی سے — کیا کروں کر نہ سکا وحشتِ دل کا اظہار

---

۸ — زندگی اس غلط فہمی میں بسر ہوئی۔ مرنے کے بعد پرسشِ گور کا خوف کھائے جاتا ہے۔ مردہ ہم فکرِ قیامت دارد، آرمیدن چہ قدر دشوار است۔

۹ — یہ مومن کا خصوصی انداز ہے کہ وہ اپنی خواہش کو اس طریقے سے بیان کرتا ہے کہ مخاطب اُس میں اپنا فائدہ سمجھے۔ مثلاً یہاں سینہ پر قدم نہ رکھنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ تمہارے پاؤں میں کانٹے نہ چبھ جائیں۔ ملاحظہ ہو۔ ہے دوستی تو جانبِ دشمن نہ دیکھنا۔ جادو بھرا ہوا ہے تمہاری نگاہ میں (مومن)

تجھ کو دکھلا دوں تماشا میں جنوں کا اپنے / آ رہے کوئی پری وش جو ترے قرب و جوار

دیکھتا ہے ترے ابرو کی طرف یوں مہِ عید (۱۰) / جس طرح سوئے ہلالِ رمضاں بادہ گسار

ننگِ ہم صحبتی آخر مرے کام آئے گا (۱۱) / واں نکالیں گے جہنم سے مجھے اہلِ دیار

شاد و شاد آئے عیادت کو مرے آخر تم / ایسے بیمار پہ کرتا ہے کوئی جان نثار

اور اک کھینچتے ہیں شعلہ فشاں نالۂ گرم / کیا کریں یوں ہی نکالیں گے ذرا دل کا غبار

مطلعِ ثانی

نیک نامی نہ سہی مجھ کو ہے تم سے سروکار / چھوڑ دوں آج وفا گر ہو وفا سے بیزار

آ گیا لب پہ دم اور بات نہ پوچھی تم نے / بوسہ دینے کا اسی منہ سے کیا تھا اقرار

کس ادا سے مجھے کہتا ہے کہ حیوان ہو تم / چھیڑنے کو جو کہا میں نے اُسے گُل رخسار

گر تمہیں صحبتِ اغیار سے پرہیز نہیں / ہم بھی کچھ چارۂ آزار کریں گے ناچار

سچ ہے مفلس کو نہیں عشق کی لذت [illegible] / زخمِ دل [illegible] پیدا ہوا [illegible]

وہ چلے محفلِ دشمن میں جو تو شمع لقا / مجھ کو چھیڑا نہ کرو تم سے کہا ہے سو بار

۱۰۔ یعنی مہِ عید تیرے ابرو کو خوف سے دیکھتا ہے۔

۱۱۔ اہلِ دیار کو میری صحبت سے ننگ و شرم آتی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو [illegible] حاصل ہے کیونکہ جہنم میں بھی وہ مجھے اپنے پاس سے نکال دیں گے۔ یہ مومن کی ستم ظریفی دیکھیے کہ تمام اہلِ دیار کے مآل کو ایک امر طے شدہ قرار دیتا ہے۔

[12] پائے خُم ہی تھی سزاوار - زیبا ہوتی
محتسب کے سرِ ناپاک پہ اپنی دستار

[13] رنج کے بعد ملوں کیا - کہ رہائی معلوم
ہاتھ آجائے جو صیاد کے رم دیدہ شکار

فائدہ وصل ہوسناک سے؟ وہ بات کرو
جس سے ہر دم مجھے رنجش ہو نہ تم کو آزار

[14] کیا کہوں قصۂ طغیانیِ دریائے سرِشک
دیکھ لو آئینۂ چرخ ہے زیرِ زنگار

[15] رشک وہ شے ہے کہ ہر اک ملک الموت مجھے
نظر آتا ہے فرشتہ ہی اگر ہوں اغیار

نقدِ جاں دینی تجلّی کی نہ کہنا قیمت
صبحِ محشر کہیں بن جائے نہ روزِ بازار

کیا ہو گر اُسکے ستم روزِ جزا بھی نہ گئیں
مَیں نے واعظ سے سُنا ہے کہ خدا ہے ستّار

دائم اُس جان کے دشمن سے جدا ہی رکھا
تھا سپہرِ ستم ایجاد کہاں کا مرا یار

بے مروت مری نظروں میں ہیں انداز ترے
آجکل کچھ نگۂ لطف ہے سوئے اغیار

آپ دیکھا نہ سُنا اور سے - پر جھوٹ نہیں
تیری آنکھیں کہے دیتی ہیں نہ کرنا انکار

۱۲- اس شعر میں کمال شوخی و رندی سے کام لیا ہے - کہتا ہے کہ محتسب نے چھین کر میری دستار باندھ تو لی مگر اُسکے سر پہ بھی نہیں - اصل میں اس دستار کے لیے موزوں جگہ پائے خم ہی ہے - پائے خُم = خُمِ شراب کے نیچے - سر و پا کا مقابلہ ظاہر ہے -

۱۳- اب اس رنجش کے بعد میں معشوق سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ اگر ایک بار کا چھوٹا شکار (مومن) دوبارہ صیاد (محبوب) کے ہاتھ لگ گیا تو پھر رہائی محال ہے -

۱۴- میرے آنسوؤں کا دریا بڑھ کر آسمان تک پہونچ گیا تھا - ثبوت یہ ہے کہ اب تک آئینۂ چرخ زنگ آلود ہے اسی بنا پر آسمان کو خضری یا سبز کہتے ہیں - قاعدہ ہے کہ آئینہ پر پانی سے زنگ آجاتا ہے -

۱۵- رقیب فرشتہ (معصوم) ہی کیوں نہ ہوں تاہم میرے رشک کا یہ عالم ہے کہ مجھے ہر ایک ملک الموت کی طرح قاتل نظر آتا ہے -

دشتِ[20] یاقوت فشاں ہووے لبِ جو وہ اگر
کوہِ سیلاں پہ ہنسے خاکِ قضائے گلزار

کرم[21] اُسکا ہو اگر پایہ فزائے اعداد
ذروۂ عرش کو بھی صفر گنے حدِّ شمار

ذکرِ بخشش میں بڑے جھڑتے ہیں منُھ سے موتی
مدح خواں کے ہیں یہاں صلے میں اذخار

اُسکے تمکیں سے اگر کوہ کو دیجے تشبیہ
ہے یقیں شعلۂ جوّالہ[22] کو آجائے قرار

نظرِ لطف سے گر چارہ گرِ عاشق ہو
کرے حیرت سے بدل شرم کو چشمِ بیمار[23]

اُسکے دروازہ کے سکّان کا آرام تو دیکھ
ہو گیا دشمنِ بسمل[24] کو تڑپنا دشوار

شرطِ ایماں ہے پیمانِ خلافت اُس کا
وہ مسلماں ہی کیا جسکو ہوا سمیں انکار

۲۰۔ باغ میں لبِ جو جس جگہ بیٹھ کر آپ اپنے یاقوت فشاں ہاتھ دھوئیں تو وہ زمین یاقوت خیز ہونے میں کوہ سیلاں سے بھی سبقت لے جائے۔ کوہ سیلاں یا شیلان ایک پہاڑ ہے جہاں سے یاقوت بکثرت نکلتا ہے۔

۲۱۔ اگر آپ کرم سے اعداد کی قدر و قیمت بڑھادیں تو محاسب عرش کی بلندی کو بھی صفر شمار کرے۔
صفر = خالی یا ہیچ اور اصطلاح حساب میں معنی اُس کے معروف ہیں کہ اعداد کی قیمت دس گنی بڑھا دیتا ہے۔

۲۲۔ شعلہ جوّالہ = گھومنے والا شعلہ جو پتھر سے نکلتا ہے۔ تمکین = وقار۔ بردباری۔

۲۳۔ چشم معشوق بجائے شرم کے حیرت میں مبتلا ہو جائے یعنی بیمار کے بدلے حیران کے نام سے موسوم ہو۔

۲۴۔ اُس امن و عافیت کے حریم میں ممدوح کے زخمی دشمن کو تڑپنا محال ہو گیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ اس صورت میں دشمن مجروح کی کرب و اذیت اور بڑھ جائے گی۔

ق

قصۂ بیعت رضواں میں اشارہ ہے یہی[۲۵] — ورنہ کوئی نہیں ہمدست رسولِ مختار

احتساب[۲۶] اُسکے سے گو محفلِ کفار بھی ہو — ذکرِ تحریمِ مزامیر کرے موسیقار

گل ہوا ہم سے پھر غنچہ کہ تھا دورِ جام — دیکھ کر باغ میں مستانہ صبا کی رفتار

جب تلک[۲۷] فتویٰ برجیس نہو کیا مقدور — کہ کوئی کام کرے یہ فلکِ ناہموار

توڑ دیں سبحۂ زاہد کے لیے یوں ہندو — ہیں اسی واسطے گویا کہ پہنتے زنّار

کاٹ لے[۲۸] ہاتھ ہی پہلے وہ اگر دزد غنا — اپنے مرنے سے ذرا جان چرائیں کفار

اُسکی تلوار کے آہن کا گر آئینہ بنے — زرد تر چہرۂ عاشق سے ہو رنگِ رخِ یار

---

۲۵ - بیعت رضوان سے وہ بیعت مراد ہے جسمیں رسول مقبولؐ (روحی فداہ) نے صحابۂ کرامؓ سے ایک درخت کے نیچے بیعت جہاد لی تھی - اور وہ اصحاب حسب وعدہ قرآن رضوان اور بخشش الٰہی کے مستحق ٹھہرے تھے - اس موقع پر حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کی عدم موجودگی میں جو رسالت کے کام خاص سے مکہ مکرمہ کو بھیجے گئے تھے اپنا ایک دست مبارک دوسرے پر رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی جانب سے ہے -

۲۶ - آپ کے دور احتساب میں کفار کی مجلس میں بھی موسیقار مزامیر (باجے) کے حرام ہونے کا اعلان کرتا ہے - موسیقار ایک پرندہ ہے - کہا جاتا ہے کہ موسیقی اسی سے اخذ کی گئی ہے -

۲۷ - فلک کجرو بھی آپ کے زمانہ میں برجیس (قاضی فلک) کے فتوے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا -

۲۸ - واضح رہے کہ شریعت مقدسہ میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے - شعر میں جان چراتے کے الفاظ سے خاص فائدہ لیا ہے -

یعنی روشن مضمون بلند اور متین — سامعیں کو ہے اگر مطلعِ نو پر اصرار

مطلعِ ثالث

اے شہِ عرش سریر و مہ و خورشید عذار — درِ دولت پہ ترے انجم و افلاک نثار
توسنِ چرخ سے تشبیہ فرس کا ترے ننگ — کلبِ جبار[29] سے نسبت سگِ در کو ترے عار
سائلوں کا ترے کوچہ میں دمِ فیض ہجوم — جیسے گلزار میں ہنگامِ سحر جوششِ ہزار
جل رہے ہیں پس مردن بھی نہیں کیوں گریاں — ترے حُسّاد کے احوال پہ ہے شمعِ مزار
صرصرِ عادسے غالب ہے کہ جنبش نہ کرے — وہ ورق جسمیں رقم ہوں ترے اوصافِ وقار
جاکے جنت میں بھی رہتی ہے ترے در کی ہوس — ورنہ[30] مرغانِ[31] اولی اجنحہ کیوں ہوں طیار
بحرِ ارشاد و ہدایت سے تری ہو جاوے — فیضیابِ نمِ تاثیر اگر ابرِ بہار
ق
موسمِ گل میں سیہ مست جواں تائب ہو — روزِ باراں میں کرے پیرِ مغاں استغفار
دلِ روشن نے ترے[32] بسکہ کیا تھا حیراں — صرف آئینہ ہوا خاطرِ حاسد کا غبار

۲۹- کلبِ جبار = ایک ستارہ کا نام ہے جس کی صورت کتے کی سی ہے۔

۳۰- نہیں = ورنہ

۳۱- مرغانِ اولی اجنحہ = بڑے بازوؤں والے پرند یعنی فرشتے - طیار = اُڑنے والے

۳۲- آپ کے دل روشن نے حاسد کو حیرت زدہ کر دیا گویا اس حیرت کی وجہ سے (نہ کہ صفا سے) اُسکا دل آئینہ ہو گیا - اور اُسکے غبارِ خاطر میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی کہ وہ اس آئینہ کے صیقل کا کام دیسکے یعنی دل حاسد کی حیرت کو اور ترقی دے - غبارِ خاطر کنایہ ہے کدورت اور کینہ سے روشن اور آئینہ اور حیران میں مراعاۃ النظیر ہے - قاعدہ ہے کہ گرد سے رگڑ کر آئینہ کو جلا دیتے ہیں۔

شکوۂ غمزۂ سفاک نہیں عاشق کو
اُٹھ گئی تیرے زمانہ میں یہ رسمِ آزار

آرزبے صرفہ[۳۳] میں افلاک ہیں کیوں سرگرداں
کب ہوا ایسے شریروں کو ترے بزم میں بار

مقتبس ہیں[۳۴] مہ و خورشید ہیں درخشاں سے تری
ہے منجم کو اسی واسطے کشفِ اسرار

راکبِ[۳۵] جزم ترا ناقۂ صالح پہ رواں
رائضِ عزم ترا دوشِ ملائک پہ سوار

گنبد کیا چرخ ترے حکم کے چوگاں کے لیے
لامکاں کیوں نہ ہو پرتنگ بہت ہے مضمار[۳۶]

سنکر افسانۂ یوسف ترے ایام میں گرگ
غیرتِ ہمت میں ہوئے جلنس سے اپنی بیزار

سنبل خود روڑے ہیں گل کے لیے دیرانی
کرے تعمیرِ مکاں کا جو ارادہ معمار

پایۂ[۳۷] عرش پہ ہو کیوں نہ غلافِ اطلس چرخ
پوششِ ساقِ نبی تیری حیا سے ہو ازار

۳۳- آرزبے صرفہ = بیکار ہوس۔

۳۴- چاند اور سورج نے آپ کی روشن ضمیری سے فیض حاصل کیا ہے۔ اسی وجہ سے اُن میں یہ خاصیت آ گئی کہ منجم کو اُن سے اسرار کائنات روشن ہوتے ہیں۔

۳۵- آپ کے ارادہ کی پختگی کو ایک راکب سے تشبیہ دی ہے جو حضرت صالح کے ناقہ پر سوار ہو۔ اور آپ کی ہمت کو ایسے چابک سوار (رائض) سے تمثیل دی ہے جو فرشتوں کے کاندھے پر بیٹھا ہو۔ حضرت صالح کو غیب سے ایک اونٹنی بطور معجزہ کے دی گئی تھی جسکے ہلاک کرنے پر کفار مورد عذاب ہوئے تھے۔ ۳۶- مضمار = گھوڑ دوڑ کا میدان۔

۳۷- ایک مرتبہ سرکار دو عالم تشریف رکھتے تھے اور ساق مبارک سے پیرہن سرک گیا تھا۔ متعدد صحابۂ کبار خدمت میں آئے اور آپ بدستور بیٹھے رہے۔ جب حضرت عثمان حاضر ہوئے تو حضور نے ساقِ اطہر پر کپڑا ڈال لیا اور فرمایا کیا میں اُس سے شرم نہ کروں جس سے ملائک بھی شرماتے ہیں۔

۳۸ صوفیوں نے ترے چہرے کا جو دیکھا عالم | ہوئے قائل کہ تجلّی کو نہیں ہے تکرار
خوف سے تیری عدالت کے لگا کر مِسّی | سُرخیِ لب کو چھپاتے ہیں بتانِ خونخوار
۳۹ اوجِ لاہوت کا ہو طائرِ اندیشہ کو شوق | واں سے آتا ہے نظر جو تری رفعت کا حصار
اے شہِ پایہ فزا! عاج سرا گر تیرا | پستیِ بخت نگوں سار سے ہو شکوہ گزار

ق

ہووے فریاد رسا سمعِ خراشِ قاروں | پُر ترحم - کہ ہے بے صرفہ - نہ آئے زنہار
طالعِ پست کی نسبت سے مرے - وارونِ چرخ | بختِ تیرہ سے مرے - روزِ سیہ تو تار
۴۰ روزِ بحور دن اور رات شبِ یلدا سے | دونوں نقطوں پہ ہیں یوں ٹھہری لیل و نہار
میرے اقبال کا آجائے اگر دور قریب | ۴۱ تو ثوابت سے گراں رو ہوں نجومِ سیار

۳۸ - صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ تجلیات الٰہی کی تکرار نہیں ہوتی - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے چہرۂ بے مثل کو (جو مظہر تجلیات ہے) دیکھ کر صوفیہ کو یقین ہوگیا کہ تجلی کو تکرار نہیں یعنی آپ کے جمال کا مثل دنیا میں نہ ہوگا۔

۳۹ - لاہوت = عالم ذات الٰہی - طائر خیال کو اوج لاہوت تک پہنچنے کا شوق ہے صرف اس لیے کہ وہاں پہنچ کر آپ کی بلندی منزلت کا حصار کس قدر نظر آتا ہے - یہ شاعر کا مبالغہ ہے کہ ممدوح کے حصار رفعت کو اوج لاہوت سے بھی بلند قرار دیا ہے۔

۴۰ - روز بحور = ماہ تموز کے آٹھ روز جو نہایت گرم ہوتے ہیں - شب یلدا = سال کی سب سے بڑی اور تاریک رات - قاعدہ ہے کہ کبھی دن بڑا کبھی رات بڑی لیکن میرے حق میں دونوں جانب آفت ہے یعنی جتنا دن سخت اتنی ہی رات دراز۔

۴۱ - یعنی ثوابت سے بھی سیارے سست چلنے لگیں مراد یہ ہے کہ وہ بھی ساکن ہو جائیں۔

ذروۂ اوج سے ہرعلیس[42] کو رجعت ہو جائے ق ثور میں زہرہ کرے مہر کے قِران سے انکار

تا کہ ہو جائے ہر آزار کا مصدر اک ایک[43] سخت نحسین کو ہے دفعِ طبیعت پہ قرار

بند ہے امید گر اک خوشۂ گندم کی مجھے[44] مہر تحویل سے ہو برجِ شرف کی بیزار

گر حصولِ زرِ مسکوک[45] کی سمجھوں ہیں دلیل تا خنِ شیر سے ہو سینۂ خورشید فگار

خون کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد[46] قتل پہ میرے کمر باندھے ہے شکلِ جبار

زیست اپنی ہے[47] تو تربیع و تقابل کے سوا بھول جاویں گے منجم ہیں باقی انظار

۴۲ - ہرعلیس (سعد اکبر) کا شرف میں ہونا سعادت کی نشانی سمجھی جاتی ہے - اسی طرح برج ثور میں زہرہ (سعد اصغر) اور قمر کا اجتماع بھی مبارک سمجھا جاتا ہے - ذروہ = بلندی - رجعت = واپسی -

۴۳ - نحسین = دو منحوس ستارے نحس اکبر (زحل) اور نحس اصغر (مریخ) یعنی نحسین نے آپس میں قرار کر لیا ہے کہ میری طبعی ترقی کو روکیں - اسی طرح دونوں میرے ستانے کی سازشیں باہم مکمل کر چکے ہیں

۴۴ - جب سورج برج حمل میں جو اسکے لیے درجۂ شرف ہے تحویل کرتا ہے تو گندم کا دانہ آتا ہے اور گیہوں پکتے ہیں

۴۵ - اگر خورشید کو دیکھ کر مجھے زرِ مسکوک (اشرفی) کے ملنے کی امید بندھے تو ناخنِ شیر (برج اسد) سینۂ خورشید کو زخمی کر ڈالے - اس شعر میں مومن نے اپنی تیرہ اختری پر زور دیا ہے -

۴۶ - سعد ذابح = قمر کی بائیسویں منزل جو صورۃً ذبح کرنے والے سے مشابہ ہے - سعد ذابح اور خون کی رعایت ظاہر ہے - شکلِ جبار = ستاروں کی ایک شکل ہے جو کمر باندھے ہوئے مسلح انسان سے مشابہت رکھتی ہے -

۴۷ - جب دو ستاروں کے درمیان بارہ برج کا ربع یعنی تین برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو نظر تربیع کہتے ہیں اور جب چھ برجوں کا فاصلہ ہو تو اسکو تقابل کہتے ہیں یہ انظار (نظریں) عداوت و نحوست کا اثر رکھتے ہیں - شاعر کہتا ہے کہ اگر میں سلامت ہوں تو تربیع و تقابل کے سوا منجم باقی تمام انظار بھول جائیں گے -

واہ قسمت کہ نہ دے خور وہ گل بھی گلچین | زمزمے مرغ گلستان کے سے کھینچوں میں آزار
کیا قیامت ہے کہ اک دم نہ ٹھہرنے پاؤں | دوں اگر شعلے سے تشبیہ دکانِ خمار
دُرِ نایاب ہو کیا خاک سے کبھی شہرہ نہ بحر | جسکے در پہ میں کروں لولوئے شاداب نثار
مدح خوانی کا مرے جائزہ شاہی بخشیں | واے حرمان کہ ہیں بے جائزہ ایسے اشعار
ہیں ہنر سب سبب رنج جہانیں گیاہ | خاصیت[۵۲] سے ہو سزاوار شکنجِ عصار
سو میں اسے ہرزہ درا نالہ و افغان سے حصول | ذکر کیا راہ پہ آئے فلکِ ناہنجار
بس بس آہنگ دعا سیجئے ممدوح کہ ہو | متصل عرش معلےٰ سے نزولِ آثار
جب تلک گردش افلاک اسی عالم میں ہو | ایک کے دل کو قلق ایک کے دل کو ہو قرار
تیرے احباب رہیں تکیہ زنِ مسندِ عیش | تیرے حُسّاد ہوں آوارۂ دشت ادبار

۵۲ یعنے جس گھاس میں کوئی خاصیت ہوتی ہے اوسی کو روغن گر (عصّار) شکنجہ میں ڈال کر دباتا ہے۔

منقبت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کٹتی ہے میری تیغ زباں سے زبان تیغ — کیونکر سخن فروش[1] ہوں سوداگران تیغ

میرے نفس کی دیکھ کے معجز نمائیاں — کیا دور ہے کہ دم نہ رہے درمیان تیغ

فردوسی ایک خارجنان بیان تھا — گلریز میرے دم سے ہوئی داستان تیغ

حسّاد سر سے پاؤں تلک خوں میں ڈوب جائیں — جوہر اگر دکھاؤں میں اپنے بسان تیغ

میدان کشت و خوں میں مرا دست نے سوار[2] — جاوے عنان کشیدہ تو ہو ہمعنان تیغ

یہ دل خراشیاں مرے اشعار شوخ کی — سینہ پہ منکروں کے ہیں لاکھوں نشان تیغ

ہرگز نہ کر سکے مرے خامہ سے سرکشی — پیدا ہیں رنگوں سے ہے عجز عیان تیغ

بس جائے خطبہ خوان ہو مری تیری زبان — واں جائے فرض سجدۂ منبر فسان[3] تیغ

پابوس گر کرے مرے خامہ کا بند ہوں — شیرینی سخن سے لب خوش بیان تیغ

خجالت سے آب و تاب سخن کی ہے آب آب — کیونکر چھپے چھپائے سے شرم نہان تیغ

---

[1] سخن فروش = باتیں بنانے والا۔ تیغ کے سوداگر تیغ کے وصف میں کیا باتیں بنا سکتے ہیں۔

[2] دست نے سوار = وہ ہاتھ جس کا مرکب قلم ہے۔

[3] فسان وہ پتھر جس پر دھار رکھی جاتی ہے۔ سجدۂ منبر = اس منبر کو سجدہ کرنا جس پر تیری زبان خطبہ خوان ہو۔

مت پوچھ مجھ سے خونِ عنادل کا ماجرا ۔۔۔ ہر گل[۴] زمینِ شعر پہ ہے آسمانِ تیغ

ہوتے نہ میری صحبتِ قاطع کے سامنے ۔۔۔ سرگرم لاف و دعویٔ بُرّش زبانِ تیغ

کیسی شکستِ رونقِ بازار ہو گئی ۔۔۔ ہے[۵] تختہ بند دستِ قلم سے دکانِ تیغ

میری[۶] بدیہہ سنجی کی جاہل کشی کو دیکھ ۔۔۔ نظروں سے گر پڑا ستمِ ناگہانِ تیغ

اک بات میں تمام ہو یاں کارِ مدعی ۔۔۔ کس کی بلا ہو بار کشِ امتنانِ تیغ

آہن گداز نالہ مرا دیکھ کر نہ ہو ۔۔۔ پیکاں[۷] ضمانِ خنجر و خنجر ضمانِ تیغ

کیا تاب میرے حرف پہ انگشت رکھ سکے ۔۔۔ ہر خط پہ نکتہ چیں کو ہو وہم و گمانِ تیغ

گر شوقِ زخمِ عشق کی لذت بیاں کروں ۔۔۔ ہرگز ہما نہ کھائے بجز استخوانِ تیغ

---

۴ جس طرح زمین پر آسمان ہے اسی طرح میری گل زمین شعر پر بھی آسمان ہے مگر وہ تیغ (زبان) کا آسمان ہے اس میں اپنی تیزی زبان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گل اور تیغ کے ذکر کے بعد خون عنادل کی توجیہ واضح ہو جاتی ہے

۵ دکان کے تختہ بند ہونے سے کساد بازاری مراد ہے۔

۶ میری بدیہہ گوئی دیکھ کر جاہل ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور اب اسکے سامنے تلوار کے ستم ناگہان کی کوئی اصل نہیں رہی۔

۷ ضمان = جو چیز ضمانت میں دی جائے لوہا میرے نالۂ گرم کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا اور پگھلا جاتا ہے۔ اسکا نتیجہ ہوا کہ تیغ پگھل کر خنجر اور خنجر پگھل کر پیکان نہیں بن سکتا اگر میرے نالہ میں یہ حال آہن گدازی نہ ہوتا تو ایسا ممکن تھا۔

دل ہی مین حسرتِ نفسِ خونچکان رہی — میرے معاندون پہ ستم ہے امانِ تیغ [8]

پڑھتا ہون اور مطلعِ رنگین کہ سن جسے — سرگرم آفرین ہو لبِ خونچکان تیغ

مطلع ثانی

نہلا دیا عدو کو لہو مین بسانِ تیغ — میری زبان کے آگے چلے کیا زبانِ تیغ

پھر جوش آگیا دمِ خونناب ریز کو — پھر تیزی زبان پہ ہے قربانِ جانِ تیغ

صد فردِ جراحتِ منکر [9] حسود کو — کرتا ہون رزمگاہ مین مین امتحانِ تیغ

مومن کو تو ذریعۂ ثوابِ جہاد ہے — کفار کا سُن آکے سنین داستانِ تیغ

آئی ہے سب پہ مدحِ حیدر و نیز ذوالفقار — لیجاؤ منکرون کے لئے ارمغانِ تیغ

شیرِ خدا علیؑ م شجاعت سے جس کی ہے — سپرِ چرخ اسد پہ زخم زن [10] بنانِ تیغ

غالب کہ سر چڑھائے ہے اُسکے ہو فرقِ ناز — تعظیمِ تیغ و کرامتِ تیغ و شانِ تیغ

کیا دور اُسکے دستِ کرم کے اثر سے گر — یاقوتِ تیر ہو مژۂ خون فشانِ تیغ

اے ابرِ تند بارِ [11] ظفر خرمنِ عدو — ہے محو گرم پائی برق تپانِ تیغ

---

[8] میرے دشمنون کو میرے دمِ تیغ کو خونچکان دیکھنے کی آرزو تھی - یہ اثر کیا گو نہ ستم ہوا کہ مینے انکو امان دیدی

[9] جراحتِ منکر = سخت زخم -

[10] زخم زن = مذاق بنانے والا - بنان = انگلی کی پور -

[11] ابرِ تند بارِ ظفر = سے ذات مولا علی کرم اللہ وجہہ مراد ہے دشمن کا خرمن بیتاب تیغ کی گرمی سے پامال ہوا جاتا ہے گرم پائی = تیز رفتاری - محو = مٹا ہوا

وہ آنچ تیری تیغ میں جل جائے مثل طور
گر تو صنم کدہ پہ کرے امتحان تیغ

کٹتے [12] ہیں دیکھکر ترے دشمن ہلال عید
کھاوے سوائے زخم کے کیا میہمان تیغ

جوہر ترے مخالف مجروح میں نہیں
کوئی مگر یہی کہ وہ ہی قدر دان تیغ

حسرت [13] ہی تیرے بوسۂ دست بلند کی
کسطرح چرخ پر نہ چڑھے کہکشان تیغ

دشمن کا ایک نیم اشارہ میں کام ہو
ابرو کا تیرے عکس پڑے گر میان تیغ

کوشش نے تیری حرف تعصب مٹا دیا
کیوں [14] بید خوان دیر نہ ہوں بادخوان تیغ

تمکین [15] سے تیری دیجئے گر کوہ کو مثال
روئیں تنوں سے اُٹھے نہ بار گران تیغ

آب حیات چارہ کرے یا دم مسیح
ممکن نہیں جلائیں ترے خوں کردگان تیغ

[12] آپکے دشمن عید میں بھی خوش نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ ہلال عید سے مہمان ہونے کا شگون لیتے ہیں جنکی غذا زخم کے سوا کچھ نہیں۔ ہلال کی مشابہت تیغ سے اظہر من الشمس ہے۔

[13] تیغ کہکشان کی طرح آسمان پر اس لیے چڑھنا چاہتی ہے کہ آپکے دست بلند تک پہونچکر بوسہ کی عزت حاصل کرسکے یعنے آپکا دست مبارک آسمان سے بھی اونچا ہے۔

[14] بید خوان = وید پڑھنے والے۔ یہاں عام کفار مراد ہیں۔ بادخوان = تعریف کرنے والے۔

[15] آپکے تمکین (وقار) سے اگر پہاڑ کو مثال دیجائے تو اس نسبت سے تیغ اسقدر بھاری ہوکر کم ہوجائے کہ روئیں تنوں سے نہ اُٹھ سکے۔ ظاہر ہے کہ لوہا جس سے تیغ بنتی ہے پہاڑ وغیرہ سے نکلتا ہے۔

منکر تری[16] امامت حق کے ہیں گرم جنگ	درکار ہے وضو کو جو آب روان تیغ
کیا سرکشی کی تاب کسی سخت کوش کو	جھکتا ہے تیرے آگے سر قہرمان[17] تیغ
تیرے عدو گر اپنا گلا آپ کاٹ لیں	کام آئے[18] کوشش و کشش رائگان تیغ
نسبت سے تیرے ہاتھ کی چشمک زنی[19] کرکے	ابروئے دلربا پہ خم جانستان تیغ
کیا بات تیرے[20] پنجۂ آہن فشار کی	ورد زبان ہے غلغلۂ الامان تیغ
سرخی ترے عدو کے لہو سے ہے جا بجا	رنگین کس طرح سے نہ ہو داستان تیغ

۱۶ آپکی امامت برحق کے منکرون کو وضو کے لیے تیغ کے آب رواں کی ضرورت ہے اسی لیے ایک دوسرے سے لڑے مرتے ہیں کہ کون پہلے اس پانی تک پہونچے مقصود یہ ہے کہ حضور سے محاربہ کرنا موت کے پنجہ میں گرفتار ہونا ہے وضو کے لیے آب رواں یعنے ماء جاری کی تلاش خالی از لطف نہیں ۔ تیغ کی آب مشہور محاورہ ہے ۔

۱۷ سخت کوش ۔ سخت جد و جہد کرنے والا ۔ قہرمان = کارفرما حاکم تیغ کو قہرمان قرار دیا ہے ۔

۱۸ رائگان اس لیے کہا کہ عدو اپنا گلا آپ کاٹ لیں ۔ اور کام آنا اس وجہ سے لکھا کہ بہرحال مدعا تو حاصل ہے ۔

۱۹ چشمک زنی = طعنہ زنی ۔

۲۰ ممدوح کے پنجہ کی گرفت سے لوہا بھی دب جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تلوار کی زبان پر شور الامان ہے ۔

ظالم ہیں تیرے دو ہیں نالاں کہ وقت جنگ | بانگ شکستِ تیغ ہے شور و فغان تیغ

کوئی کرے نہ گرمیِ روزِ نشور میں | بسمل پہ تیرے ہو اگر سائبان تیغ

وہ دستِ زور مظہر سرِ خیبرِ خدا | وہ تیغ باعثِ شہرتِ دودمان تیغ

[۲۱] لرزاں تھے مثلِ بید ترے رعب سے جو تیغ | پھل باغیوں کو کچھ نہ ملا جز زبان تیغ

[۲۲] پتھر کو بھی نہیں ترے حملہ کی تاب ہے | یاقوت زرد سا ہے بیم نہان تیغ

جراح کیا کرے ترے زخمی کا ماجرا | [۲۳] سوزن کی بھی زبان ہوئی ترجمان تیغ

یہ کہکشاں نہیں۔ کہ رہا خوف سے جو دیا | سو نٹھ گیا ہے دل پہ فلک کے نشان تیغ

ہاتھ تیرے تیغ شجاعت سے بڑھ گیا | کیونکر رہے نہ تارک سر پر زبان تیغ

ہر بار کیوں نہ ہو تری تلوار تیز تر | دشمن کی ہے قساوت قلبی فسان تیغ

[۲۴] سیف و قلم ہیں دونوں ستوں کام دین کے | حیراں ہوں باب علم کہوں یا جہان تیغ

۲۱ یعنی تیغ بھی خوف سے گر کر ہاتھ سے خالی رہتا۔ بید کی خاصیت یہ ہے کہ اوسمیں پھل نہیں آتا۔ شعر میں صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔

۲۲ پتھر بھی آپکے حملہ سے ڈرتا ہے۔ اور پہاڑ کے اندر یاقوت زرد کی زردی اسی خوف نہاں کا ثبوت ہے۔

۲۳ آپکے زخمی دشمن کے حق میں بخیہ گر کی سوئی بھی تلوار کا حکم رکھتی ہے۔

۲۴ اس میں تلمیح ہے حدیث پاک انا مدینۃ العلم و علی بابہا کیطرف یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں۔ جہان تیغ مومن کی خاص ترکیبوں میں سے ہے۔

رنگین بیان ہو گر ترے غزوہ کے ذکر میں — پڑھنے لگے درود لب خونچکان تیغ

غازی[25] بھی تو شہید بھی تو تیرے دم سے ہے — سرگرم جلوہ فصل بہار و خزان تیغ

زہر آب[26] دین اگر ترے دولت کے دور میں — عمر خضر ہو زندگی جاودان تیغ

گرم دعائے شاہ ہو مومن کہ جس سے ہے — آمین ہمہ زبان اجابت فشان تیغ

روز نبرد حادثہ ریز شکست و فتح — جب تک کہ ہے نشیب و فراز جہان تیغ

تاج ظفر ہو زیب دہ فرق دوستان — اعدا کا سر رہے تہ بار گران تیغ

منقبت امیر المومنین سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

چاہنا خلق کو صہبا و صنم سے محروم — ایسی نیت پہ بہشت آپ کو واعظ معلوم

محتسب نے خم مے چھین لیا یا قسمت — ایسے کم بخت کے ہاتھ آئے بہار معصوم

پاکدامن ہو تو بد گو کے نہ دم میں آنا — سنتے ہیں لوط[1] کے مہمان کو بھی افتائے سدوم

---

[25] جناب مرتضویؓ کی شہادت رمضان سنہ ۴۰ھ میں بحالت نماز ایک خارجی کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔

[26] اس شعر میں حسن تعلیل ہے یہ واضح رہے کہ آب زہر میں بجھانے سے تلوار کی کاٹ اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے

[1] حضرت لوط کے مہمان بھلا کہیں سدوم کا فتویٰ سنا کرتے ہیں۔ سدوم قوم لوط کا قاضی تھا جس نے ان کے افعال شنیعہ کے جواز کا فتویٰ دیا تھا اور انکی بستی کا بھی نام سدوم تھا = افتا = فتویٰ دینا۔ یہ قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے حضرت لوط کے یہاں فرشتے بصورت انسان کے مہمان ہوئے تھے انکی قوم نے فرشتوں کی ایذا رسانی کا قصد کیا جس پر حق تعالیٰ نے ان نافرمانوں کو عذاب بھیجکر ہلاک کر دیا۔

ہم ہین اور عشق حقیقی - کہ بجز ذات خدا
نہین پایا کہین دنیا مین وفا کا مفہوم

ہائے[1] لینے نہ دیا نام عدو غیرت نے
ورنہ کیا کیا مرے ویرانے مین تھی کثرت بوم

کہین[2] ایسا نہ ہو وہ غیرت حور آجائے
ہے بہشت میرے جنازے پہ فرشتو نکا ہجوم

گاہ کہتا ہی جنون عشق کو گہ کفر و حرام
جہل کرنے کو پڑھے تھے مرے ناصح نے علوم

گرمی شوق شہادت ہوئی فولاد گداز
رہ گیا تشنۂ آب دم خنجر حلقوم

گر نہ[3] ہو سکتی دو وصل صنم کی تدبیر
تو یقین آئے مجھے یہ کہ جہان ہے موہوم

مصرعۂ زلف کبھی ہاتھ نہ آیا اپنے
نہ ہوا پر نہ ہوا حال پریشان منظوم

جوش وحشت ہے یہ ناصح نہ بچھا تا زنجیر
دیکھ دیوانہ نہ ہو مین نہین پابند رسوم

نوجوان جب کوئی جاتا ہی جہان سے ناشاد
تازہ ہوتا ہے مجھے داغ اُمید مرحوم

کر دیا[4] خواہش بیداد نے احوال تباہ
تو تو ظالم نہین زنہار - یہ مین ہون مظلوم

---

[1] بوم کے متعلق عوام مین یہ خیال مشہور ہے کہ جب وہ کسی کا نام سنتا ہے تو اُسکو بار بار دہراتا ہے یہانتک کہ وہ آدمی ہلاک ہوجاتا ہے۔

[2] یہ انتہائے رشک ہے کہ محبوب کا فرشتوں کے سامنے آنا بھی گوارا نہین - ہو اور [illegible]

[3] اگر دنیا [illegible] تو مجھے اپنے اعمال کی پاداش [illegible] کیون ملین - اس لیے کہ جب دنیا [illegible] ہے تو اُسکے گناہون کا عدم ہونا چاہیئے۔

[4] [illegible]

زلزلے آتے ہین جب سے مین تہِ خاک آیا | چین دیتے نہین ابتک بھی مجھے طالعِ شوم

چاہیے[6] صبر مقدر پہ دریغ اے واعظ | تو خدا کا نہین جیسا ہون مین ان کا محکوم

طعنۂ وصلِ ہوسناک[7] پہ ہنس دیتے ہین | مگر الزام و ندامت نہین لازم ملزوم

تیری رفتار قیامت مری زاری طوفان | حسن وہ عشق ہے کیونکر نہ پڑے خلق مین دھوم

پاکبازی کی طمع ہم سے گنہگارون سے | کیا ہوئے عشق مین اے زہرہ جبین وہ معصوم[8]

نالۂ گرم نے دلبر کو بنایا دلدار | معجزِ عشق سے جان بخش ہوئی بادِ سموم

یان کی لاکھون خلشین وان کی ہزارون فکرین | ایک جان اُس پہ یہ ہنگامۂ آلام و غموم

کیا کہین آج ترے کوچہ سے گذری تھی نسیم | ویسے ہی تازہ ہین گلہائے مکرر مشموم[9]

محتسب آپ کے آنے سے ہوے دیر خراب | قصہ کعبہ کا نہ کیجیے گا بیمنِ قدوم[10]

اُچک اے صبحِ طرب کٹ نہین سکتی شبِ غم | جلد جائین مع اغیار جہنم مین نجوم

---

[6] واعظ کے مقدر مین خدا پرستی ہے اور شاعر کے نصیب مین ہوا پرستی۔ مگر شاعر اپنی تقدیر پہ قانع ہے واعظ نہین

[7] ہوسناک = بوالہوس یا رقیب۔ مگر شاید دوسرا مصرع طنزاً کہا ہے۔

[8] معصوم سے مراد ہاروت ماروت ہین جو دو فرشتے تھے اور جن کا عشق زہرہ کے ساتھ زبان زد عام ہے۔

[9] مکرر مشموم = دوبارہ کے سونگھے ہوئے۔

[10] یمن قدوم = قدمون کی برکت۔ اس طنز سے مراد یہ ہے کہ اپنی خیر قدمی سے کعبہ کو بھی کہین ویران نہ کیجیے گا۔

پامال کیا کیوں نہ فزوں ہو غرت	دود افغان سے ملی ہیں فلک کو خرطوم[11]
تیاں دیکھے زمانہ کو کروںگا تسخیر	ہیں لپسمدِ فلکِ سفلہ صفاتِ مذموم
جب[12] ستا یا مجھے اسنے وہی الفت دی دل	یہ غلط ہے کہ اعادہ نہیں بہرِ معدوم
سببِ[13] شادی دشمن تو بتادو پہلے	پوچھنا پھر یہ تجاہل سے تو کیوں ہے مغموم
سبزہ[14] رنگی نے تری قتل کیا ہے ظالم	یاد آتا ہے مجھے حال امامِ مسموم
افضل الناس حسنؓ ابنِ علیؑ سبطِ نبیؐ	سید و سرور و مولا و مطاع و مخدوم
ابرِ بارندۂ دانش گہرِ فیضِ کمال	قلزمِ حسن عمل منبع دریائے علوم

[11] خرطوم = سونڈ۔ یہاں آہ کے دھوئیں کو خرطوم بیل سے تشبیہ دی گئی ہے

[12] فلاسفہ کا اعتقاد ہے کہ معدوم شے کا دوبارہ وجود میں آنا محال ہے مومن استدلال شاعرانہ سے اس نظریہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب کبھی محبوب نے مجھے چھیڑا گئی ہوئی محبت پھر عود کر آئی اس سے ثابت ہوا کہ معدوم کا اعادہ ممکن ہے۔

[13] کیونکہ دشمن کا خوش ہونا ہی میری آزردگی کا باعث ہے۔ تجاہل جان بوجھکر انجان بننا۔

[14] سبزہ رنگی = ملاحت حسن = مسموم = جسکو زہر دیا جائے۔ یہاں سیدنا امام حسنؓ کی ذات اقدس مراد ہے جن کی شہادت جعدہ کے زہر دینے سے ۵۰ھ میں واقع ہوئی۔ اُسکے اثر سے جسم مبارک سبز ہو گیا تھا۔

مظہرِ[15] شانِ الٰہی ہے یہان تک کہ حکیم ‏ ‏ تنزلزل ہو دمِ بحثِ وجوب اور لزوم

علم اعجاز اُسے معجزۂ علم اوسے ‏ ‏ جس مین اندیشہ ہو عاجز وہ اُسکو معلوم

فکرِ[16] الزامِ حکیم و متکلم ہو اُوسے ‏ ‏ تو مجسم نظر آجایئن نقاطِ موہوم

اثرِ[17] ذکر سے ہو صاف دلی کے اُسکے ‏ ‏ نقشِ مرآتِ ہوا عکس ضمیرِ مکتوم

سائلون کو جو وہ دیتا ہے طلب سے پہلے ‏ ‏ فرطِ بخشش سے نہ مہیج رہے کوچہ مین نہ دھوم

جود[18] ہر بار فزون سے کفِ بیجا صلہ بخش ‏ ‏ دشمنِ مایۂ معمول و کفافِ مرسوم

---

[15] فلسفہ کی اصطلاح مین وجوب صفت ہے واجب الوجود (خدا) کی۔ اور لزوم صفت ہے ممکن الوجود (مخلوق) کی۔ مومن کا مقصود یہ ہے کہ ممدوح کی ذات صفاتِ الٰہی کی ایسی کامل مظہر ہے کہ فلسفی کوئی رائے قائم نہین کرسکتا کہ آپکو کیا کہے۔ بقول عرفی تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل۔

[16] اگر آپ فلاسفہ اور اہل مناظرہ کو قائل کرنا چاہین تو نقطہ جو حکمت کی اصطلاح مین فرضی مانا گیا ہے مجسم نظر آنے لگے۔

[17] آپ کا قلب مبارک اسقدر صاف ہے کہ اُسکے ذکر کی برکت سے دلون کے مخفی راز عکس کی طرح ہوا کے آئنہ مین پرتو فگن ہونے لگتے ہین۔

[18] مایۂ معمول و کفافِ مرسوم = مقررہ معاش۔ یعنی ممدوح کی متواتر بخشش جسمین وقفہ نہین ہے۔ مقررہ معاش کی دشمن ہے گویا سائل کو اسقدر ملتا ہے کہ یہ نہین کہہ سکتے کہ اُسکا کوئی معینہ وظیفہ مقرر ہے۔

ہین مشابہ بہت اُس دستِ کرم کے حق سے	کیونکہ اصفار[19] نہ ہون مرتبہ افزائے رقوم
شبہ کیا عصمتِ لختِ جگرِ احمدؐ مین	جب مسلّم ہو کہ معصوم ہے جزوِ معصوم
عہد مین اُوسکے جو گل زاری بلبل پہنچے	ہو نسیمِ سحری ہم اثرِ بادِ سموم
کہین[20] منکر کو نہ انکارِ قیامت ہو زیاد	عدل سے اوسکے ہے آبادیِ ہر کشور و بوم
نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثرِ باعثِ خلق	نہ وہ رازق ہے۔ ولے قاسمِ رزقِ مقسوم
السلام اے روش آموزِ طریقِ اسلام	السلام اے خضرِ جادۂ جنت ملزوم
وہ ترا پایہ[21] ہے اے شاہِ جوانانِ بہشت	کہ ہوئی حرمتِ پیری کی تمنا محروم

[19] اصفار = جمع ہے صِفر کی۔ جس کی وجہ سے اعداد کی قیمت دو چند ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

[20] ممدوح کے عدل سے دنیا کی آبادی و رونق اسقدر بڑھ گئی ہے کہ مبادا منکرین قیامت اپنے انکار پر مصر ہون اور یہ سمجھین کہ اب دنیا کو زوال نہوگا

[21] پیری کو عموماً احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے مگر چونکہ آپ جوانانِ بہشت کے بادشاہ ہین اس لیئے آپ سے یک گونہ نسبت پیدا کرنے کے لیئے اب لوگ بجائے پیری کے جوانی کی آرزو کرتے ہین سیدا شباب اہل الجنۃ (سردار جوانان جنت) احادیث مین حضرات حسنین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی شان مین فرمایا گیا ہے۔

گر کہے کوئی کہ بالفرض[22] مماثل ہے ترا ‏— ذکر کیا پھر کوئی تقدیر کا سمجھے مفہوم

کیا ترے مرکب چالاک کی لکھنی تھی ثنا ‏— لیک کاغذ پہ نہ ٹھہرے کلمات مرقوم

ق

یہ سبک رو کہ بیان تنگ و دہن اسکے ‏— منہ سے[23] مفتوح نکلتے ہیں حروف مضموم

ہے بجا دیکھے اگر تجھکو سلیماں سے مثال ‏— کہ مسخر ہے پری اور ہوا ہے محکوم

تیری افواج کا میدان میں ہنگام خروش ‏— بلبلوں کا مہ آذار[24] گلستاں میں ہجوم

مدعی کو تری تلوار سے بچنے کی تھی فکر ‏— کر دیا تیغ گریباں نے دو پارہ حلقوم

تیرے اعدا کو سمجھ ہو تو کریں جان پہ رحم ‏— آدمی تو نہیں یہ ہیں جہول و ظلوم

بوسہ دے تیرے دم تیغ کو تو آجائے ‏— جس کو آتی نہ ہو تقطیع[25] کلام منظوم

تیر باراں سے ترے کیونکہ نہ بھاگیں اعدا ‏— جانتے ہیں کہ شہب[26] ہیں شیاطین کو رجوم

---

[22] تقدیر = مقدر - اور فرض کر لینے کو بھی مقدر کہتے ہیں - مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ بالفرض آپ کا مثل دنیا میں ہو سکتا ہے - تو اُسنے حقیقت میں تقدیر (فرض) کا مطلب ہی نہ سمجھا - کیونکہ فرض تو ممکن بات کی جاتی ہے نہ کہ محال کی - اور ممدوح کا مثل ہونا محال - بر تقدیر ثانی یہ معنی ہونگے کہ تقدیر نے آپکا مثل رکھا ہی نہیں -

[23] عربی میں فتحہ (زبر) کی حرکت کسرہ اور ضمہ (زیر اور پیش) دونوں سے ہلکی مانی گئی ہے -

[24] مہ آذار = ایک رومی مہینے کا نام ہے جو چیت سے مطابق ہے -

[25] تقطیع = ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور علم عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کے وزن کے مطابق کرنا - اس لفظ میں ایہام ہے -

[26] شہب جمع ہے شہاب کی وہ ستارہ جو آسمان پر شیاطین کے سنگسار کرنے کو پیچھے چھوٹتا ہے - رجوم = سنگسار کرنے والا -

آج کہدے ترے قاتل کی سزا اور حشر ۔۔۔ تو عجب کیا ہے کہ جاتی رہے تاثیر سموم[۲۷]

مرد[۲۸] غیب پہ کی لشکر مغلوب سے صلح ۔۔۔ کہ مسلمان نہ ہوں معتقدِ طالع شوم

نہ مقابل ہو ترے قصد کے عزم افلاک ۔۔۔ نہ برابر ہوں ترے حکم کے احکام نجوم

ہو دل آزردہ کوئی گر ترے دشمن کے سوا ۔۔۔ طبع نحسین[۲۹] سے جاتی رہے تاثیر غموم

عہد شاہانہ یہی ہے۔ تری کوشش سے ہوئی ۔۔۔ خانقاہِ فقرا بارگہِ قیصرِ روم

امنیت[۳۰] ایسی ہوئی دور حراست میں ترے ۔۔۔ ڈھونڈھتی پھرتی ہے تاثیر فغانِ مظلوم

---

۲۷ سموم۔ جمع سم کی = زہر مراد یہ ہے کہ اگر آپ کے قاتل کی سزا پہلے سے بتا دی جائے تو سم قاتل جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی ہیبت کی وجہ سے اپنی خاصیت کھو بیٹھے۔

۲۸ سیدنا امام حسنؓ سنہ ۴۱ھ میں بنی امیہ سے صلح کر کے خلافت سے دست بردار ہوگئے۔ مومن کی مراد یہ ہے کہ آپ کے مخالفوں کے طالع میں نحوست ہے۔ اگر آپ اُن سے لڑتے تو حضرت ہار جاتے اس طرح سے مسلمانوں کو اُنکی نحوست کا یقین اور واثق ہوجاتا۔ مگر چونکہ نحوست اور سعادت کا اعتقاد شرعاً ممنوع ہے اس لئے حضور نے عامہ مسلمین کو اس بد اعتقادی سے بچانے کے لیے لشکر مغلوب سے صلح کر لی۔

۲۹ دو نحس ستارے یعنی زحل اور مریخ۔

۳۰ مراد یہ ہے کہ فغان طالب اثر ہو آپ کے دور امن میں اثر فغان کا متلاشی ہے کیونکہ کوئی مظلوم ہی نہیں ہے جو نالہ و فغان کرے۔

ہین مخاصم ترے بدبخت - یہ کم بخت نہین
لینے کثرت سے ہے قسمت ہین حمیم[۳۱] و زقوم

مرحبا ابن علیؓ کی چلی آتی ہے صدا
اب تلک روضۂ رضوان سے - زہے فیض قدوم

دعوتِ عام تری سب کو بنا دیوے خاص
گو قضا[۳۲] گر نہ ہو پاس صفتِ فیض عموم

ختم اللہ[۳۳] کا مورد ہے نہ بس قلب سیاہ
تیرے دشمن کو ہے خونابہ رحیقِ مختوم

دوستون کو نہین ڈر وسوسۂ شیطان کا
ہین جو دشمن متصدی شعار مذموم

جام مے گر کوئی پی جائے تری نہی کے بعد
زہر کھا وے پئے درمان خراشِ ملعوم[۳۴]

ترے ایام مین باقی نہ رہا بلکہ فساد
چشمۂ خضر ہین انہار عروق[۳۵] مجذوم

بدیٔ خلق سے افزون تھی نکوئی تری
کر دی الطاف الٰہی نے یہ امت مرحوم

---

۳۱ حمیم = گرم پانی - زقوم = تھوہڑ کا درخت یہ دونون اہل دوزخ کی غذا ہین - اس شعر مین بدبخت اور کم بخت کا فرق ملحوظ رہے -

۳۲ = اگرچہ تقدیر کی بانٹ یکسان نہو - قضا = تقدیر -

۳۳ ختم اللہ علیٰ قلوبہم (خدا نے اونکے دلون پر مہر لگا دی) رحیق مختوم = سربمہر شراب جو جنت کی نعمتون مین سے ہے -

۳۴ = ملعوم = گلا -

۳۵ - جذامی کی رگین جن مین فساد خون پیدا ہوگیا تھا - آپکے عہد مین چشمۂ خضر کا حکم رکھتی ہین - چشمہ کے لیئے انہار کا لفظ مستعمل ہوا ہے - اور عروق (رگ) کو انہار سے تشبیہ دی گئی ہے -

گر کہے ۲۶ یرحمک اللہ ترا خصم لئیم — عطسہ زن پھر نہ ہو زنہار دماغ مزکوم

تا سحر ۲۷ شام عبادت تری شب بیداری — شارح آیت کرسی لسبس حی القیوم

ہو نہ کیوں آہنگ دعا ختم سخن کا ہو یہ وقت — آپ تو آپ ہیں دانائے غزالین و رسوم

جب ۲۸ تلک ذلت و عزت طرب و غم ہے ہو خلق — گوشہ گیر انجمن افروز سمین و معدوم

تیرے احباب مطاع اور تو رابع رنج و ملال — تیرے خستا و خراب اور ترے اعدا مغموم

۲۶ مزکوم پر جسکو زکام ہو۔ آداب شریعت میں ہے کہ جسکو چھینک (عطسہ) آئے وہ الحمد للہ کہے (اور سننے والا جواب میں یرحمک اللہ (خدا تم پر رحمت کرے) کہے جس پر شخص اوس کا پھر یہدیکم اللہ (خدا تم کو ہدایت دے) کہے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص مزکوم کے چھینک لینے پر آپ کا دشمن یرحمک اللہ کا کلمہ زبان سے نکالے تو اوسکی نحوست کے اثر سے پھر کبھی کسی کا دماغ عطسہ زن نہو۔ یہ واضح رہے کہ طب میں عطسہ باعث تفریح دماغ مانا گیا ہے۔ یہ بھی نکتہ ہے کہ ممدوح کے دشمن کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔

۲۷ آیۃ الکرسی میں اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے بعد لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ آیا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر (جو حی و قیوم ہے) نہ اونگھ طاری ہوتی ہے نہ نیند۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ شام عبادت سے صبح تک ممدوح کی شب بیداری (احیاء شب) درحقیقت مذکورہ بالا عبارت قرآنی کی عملی تفسیر ہے۔

۲۸ ان دونوں مصرعوں میں لف و نشر مرتب ہے۔ سمین یعنی فربہ۔

قصیدہ بمدح وزیر الدولہ امیر الملک نواب محمد وزیر خان نصرت جنگ والئ ریاست ٹونک

یادِ ایامِ عشرتِ فانی ۔۔۔ نہ وہ ہم ہیں نہ وہ تنِ آسانی

جائیں وحشت میں سوئے صحرا کیوں ۔۔۔ کم نہیں اپنے گھر کی ویرانی

خاک میں رشکِ آسمان سے ملی ۔۔۔ ہائے کیسی بلند ایوانی

کر دیا گردشِ سپہر نے حیف ۔۔۔ برجِ خاکی مسیرِ کیوانی[1]

ایسی وحشت سرا میں آئے کون ۔۔۔ بے کسی[2] کر رہی ہے دربانی

نکتہ سنجوں سے جی میں ہے پوچھوں ۔۔۔ کہ میں شہری ہوں یا بیابانی

کیا ہوئی وہ بلندئ دیوار ۔۔۔ کیا ہوئے وہ عماد طولانی

جائے گل ہیں چمن میں ریزۂ سنگ ۔۔۔ کاہ کرتی ہے نازِ ریحانی

اٹ گئے حوض و نہر غیر از چشم ۔۔۔ ایک قطرہ کہیں نہیں پانی

نہ ملا کچھ نشانِ آبِ روان ۔۔۔ خاک سارے جہان میں چھانی

سقفِ رنگین و زر نگار کہاں ۔۔۔ جز سپہر و نجوم نورانی

شورِ زاغ و زغن ہے سمع خراش ۔۔۔ اب کہاں بلبل و غزل خوانی

---

[1] مسیرِ کیوانی = وہ جگہ جو کیوان جیسے بلند ستارے کی سیرگاہ ہو۔

[2] میرے مکان میں دروازہ کا نہ ہونا دربان کا کام دے رہا ہے یعنی کسی کو اندر آنے کی ہمت نہیں پڑتی۔

نظر آتی نہیں وہ تصویریں — نقشِ دیوار کیوں نہ ہو مانی
صرفِ دلقِ گدا ہوئے پردے — زینت افزائے کاخِ سلطانی
آپ کا شانہ فرشِ خاک ہوا — کیسے غالیچہائے کاشانی
یا ظروف[۳] و سماط سے مجھے تھا — دعوئ قیصری و خاقانی
یا نہیں ہے مرقع و کشکول — تا کروں تازہ رسمِ ساسانی
مسندِ گوہریں کا دھیان آیا — پوچھتے کیا ہو وجہ گریانی
بالشِ سنگ و خواب۔ واویلا! — بارِ خاطر ہوئی گراں جانی
ہم ہیں اور حسرتِ مئے گلگوں — خون پلاتا ہے قہرِ یزدانی
زہر ملتا نہیں کہ پی جاؤں — اب کہاں وہ شرابِ ریحانی
شورِ[۴] مستی و عائے نوح نہ تھا — کشتی مے ہوئی جو طوفانی
وہ گزک کیسی وہ کباب کہاں — نُقلِ مجلس ہے دل کی بریانی

۳ ظروف جمع ہے ظرف کی = برتن ۔ سماط = دسترخوان ۔ مرقع گدڑی
کشکول = کاسۂ گدائی = ساسان = فقیر اور فرزند بہمن (بادشاہ ایران) کا
نام ہے جس نے فقیری اختیار کر لی تھی ۔

۴ دعائے نوح سے مراد حضرت نوحؑ کی بد دعا ہے (رب لا تذر الآیہ) جس کے
اثر سے اللہ تعالٰی نے کفار کو طوفان میں غرق کر دیا تھا ۔ کشتی مے کا طوفانی ہونا سامان
عیش کے برباد ہونے سے کنایہ ہے ۔ شور ۔ کشتی ۔ طوفان وغیرہ میں مراعاۃ النظیر ہے ۔

یا یہان پرنیان و اطلس سے — جلوہ گر تھی سپہر سامانی
یا یہ احوال ہے کہ چاک ہوا — تنگیون سے لباسِ عریانی
کیا کہون اپنی گردشِ ایام — صبح نوروز ہے شبستانی ؎
اس چمن زار کو خزان تھی ضرور — مین نے کیا تہ کی بات پہچانی
کر دیا خالقِ دو عالم نے — امتیازِ ریاضِ رضوانی ؎
ہائے وہ رقصِ خوش قدان جنکی — شکل اندازِ سرو بستانی
ہائے وہ زمزمہ سرا جن کی — سحرِ ہاروت زہرہ الحانی
ہائے وہ ساز و برگ عیش و نشاط — قوت افزائے روحِ انسانی
تیر بارانِ فاقہ نے مارا — یکب چکی تھی کلاہ بارانی
پنبۂ داغِ دل کو حیران ہون — نہ رہا خرقۂ زمستانی
ایک دن یون ہجوم یاران تھا — جیسے اب مجمع پریشانی

؎ شبستان سے مراد تاریک ہے - صبح نوروز = روز اول ماہ فروردین جب کہ آفتاب برج حمل مین جاتا ہے -

؎ یہان پر صرف بندش شعر کی توضیح کافی ہے - ہائے اُن خوش قدون کا رقص کیا ہوا جنکی شکل سرو بستانی کی طرح تھی -

؎ اور وہ زمزمہ سرا (مطرب) کہان گئے جن کی زہرہ الحانی (خوش آوازی) سحرِ ہاروت کا حکم رکھتی تھی -

کس شے سر پر غرور کو دی ہے ۸ | تنگیِ غم نے چینِ پیشانی
مجھے دونون جہان سے کھویا | کیا کہون ظلم چرخِ دورانی
یعنے اس حال پر فزون تر ہین | آرزو ہائے نفسِ شیطانی
حسرتِ لعلِ سیمتن ہین ہوئے ۹ | گوہرِ اشکِ چشم مرجانی
اُسنے فلک دل کو داغ کرتی ہے ۱۰ | زرِ خورشید کی درخشانی
بے زری سے مری تجھے حاصل | کچھ نہ ہوگا بجز پشیمانی
طالعِ ہر بدیعِ سنج مین ہے ۱۱ | کیا ضرورت ہبوطِ میزانی
جانِ مومن پہ گونہ گونہ ستم | کافرانہٖ بھی نا مسلمانی

۸ آہ کیسے مغرور سر کو تنگیِ غم کے ہاتھون چینِ پیشانی (ماتھے کی شکن) نصیب ہوئی ہے۔ سر پر غرور سے مومن نے اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۹ معشوق کے لب لعل کی حسرت مین آنکھون سے جو آنسوؤن کے موتی نکلتے ہین وہ خون آلودہ ہونیکی وجہ سے مونگے کے مانند سرخ ہین۔ لعل سیم۔ گوہر۔ مرجان کی مناسبت ملحوظ رہے۔

۱۰ ۔ زرِ خورشید کی چمک دیکھکر دل جلتا ہی اور اپنی بے زری یاد آتی ہے۔ زر کی تشبیہ خورشید سے مومن کے کلام مین عام ہے۔

۱۱ ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ نکتہ رس شعرا ہی کی قسمت مین ہمیشہ پستی رہے۔ ہبوط = کسی ستارہ کا پستی کی طرف مائل ہونا۔ آفتاب جب برج میزان مین جاتا ہے تو اُسکو ہبوط ہوتا ہے۔ بدیع سنجی کے ساتھ میزان کی رعایت واضح ہے۔

تا کجا اے یزید شمر خصال	فتنہ ہائے فریب مروان[12]
اُس سے کاوش نہ کر نہ ہو ظالم	آپ اپنا تو دشمن جانی
تجھے معلوم ہے کہ ہے وہ کون	کھول دون مین یہ راز پنہانی
مدح خوان شہ وزیر لقب	ختم جس پر ہوئی سخندانی
پایہ سنج[13] کمال اہل کمال	فارق قلزمی و عمّانی
کیا کہون اُسکے دست ہمت کی	ہین گہر باری و دُرافشانی
ہر گدا کی ہے زینت کشکول	ق رشک ترصیع تاج سلطانی
اُسکے[14] احسان سے غرّۂ شوال	اہل تقویٰ کو سلخ شعبانی
کہین نیرنگی زبان سے فزون	خوان نعمت کی اُسکے الوانی
مور کو وہ جو دے وڑا سے	شوکت و حشمت سلیمانی
کردے سارے جہان کو سیراب	بحر ہمت کی اُسکے طغیانی

[12] مروان بن حکم بنی امیہ کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکی فتنہ پردازیان ہی
اسلام کے ابتدائی نزاعات کی باعث ہوئین

[13] اہل کمال کے کمال کا اندازہ کرنے والا - اور قلزم و عمان کے موتیون مین فرق سمجھنے والا

[14] غرہ = ہر ماہ کا پہلا دن - سلخ ہر ماہ کا آخری دن جس مین رویت ہلال ہو - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کا احسان اور بخشش اسقدر ہے کہ پرہیزگارون کے حق مین بھی رمضان کی چاندرات روز عید بن گئی ہے -

بخشش بے شمار سے مشکل — ہے دبیرِ فلک کو دیوانی
اُسکے[۱۵] خوانِ نوال سے ہیں مستحق — آز اشعث کی مسند و ندانی
اُس کے عہدِ کرم کی نسبت سے — ٹھہر گئی عمرِ عالمِ فانی
بے سخاوت اُسے قرار کہاں — کہ سخاوت طبیعت ثانی
اُس کے ہے روزگار میں یکساں — ابر کو بہمن[۱۶] و نیسانی
دوری اپنی نہیں ہے مانعِ فیض — مہر کو کیا حجابِ ظلمانی
گرگ نے دورِ عدل میں اُسکے — سیکھ لی راہ و رسمِ چوپانی
آشیانِ عقاب و شاہیں میں — روز گنجشک کی ہے مہمانی
حملۂ شیرگیر سے اُس کے — [illegible] نیستانی
اُس کے ایک ایک لشکری کا تفنگ — [illegible] سامی و نیسانی
[۱۷] خنجرِ جاں شگاف میں اُس کے — ابروئے یار کی سی بُرّانی
افعیٔ رُمح دیکھ لے اوس کا — تو عصا بھول جائے ثعبانی

۱۵- اشعث ایک مشہور حریص کا نام ہے۔ ممدوح کے خوانِ بخشش پر مثلاً اشعث جیسے مردِ حریص کی طماعی بھی جاتی رہتی ہے۔ ۱۶- بہمن = ایک فارسی مہینہ جو پھاگن کے مطابق ہے۔ نیسان ایک رومی مہینہ جسمیں بارش ہوتی ہے۔

۱۷- افعیٔ رمح = نیزہ جو سانپ کی شکل ہو۔ ثعبانی (ثعبان + یائے مصدری) = اژدہا ہو جانا عصا سے مراد حضرت موسیٰؑ کی لکڑی ہے جو مخالفوں کے مقابلہ میں اژدہا بنجاتی تھی اور انکے سحر کو باطل کردیتی تھی۔

گرز[۱۸] سے اُسکے بارِ گردن ہے	مِغفرِ مُدعی کی سندانی
اُس نے[۱۹] شمشیرِ جب علم کی ہے	گاوِ گردون ہوئی ہے قربانی
موج دریائے خون سے روزِ مصاف	ہوئے کشتی زمین کی طوفانی
ہین مخاصم بھی سخت سنگر گذار	عمر جو کٹ گئی بآسانی
تیرِ خارا شگاف[۲۰] سے اوس کے	لعل جو ہے سو لعل پیکانی
زیرِ ران اوسکے توسنِ چالاک	رشکِ اسپِ سپہرِ گردانی
شوخیِ یار کی سی چالاکی	نگہِ شوق کی سی جولانی
دمِ گلگشت وہ سبک رفتن	اہتزازِ[۲۱] نسیمِ بستانی
روزِ جنگ اُسکے بیم جولان ہین	صرصرِ عاد[۲۲] کی سی طغیانی

۱۸ سندان = اہرن جسپر لوہار لوہا رکھکر کوٹتے ہین - شعر کا مطلب یہہ ہے کہ ممدوح کے گرز کی ہیبت سے دشمن کا خود جو سندان کا حکم رکھتا ہے اُسکے لئے بارِ گردن بن گیا ہے -

۱۹ - گاوِ گردون = آسمان کی گائے - مراد برج ثور - جو صورۃً گاؤ سے مشابہ مانا گیا ہے -

۲۰ - خارا شگاف = پتھر کو توڑنے والا - لعل پیکانی - لعل جو پیکان تیر کی شکل تراشا جائے

۲۱ - اہتزاز = ہوا کا چلنا اور خوشی منانا -

۲۲ صرصرِ عاد - وہ آندھی جسنے قوم عاد کو ہلاک کیا تھا -

کثرت[۲۳] بادِ عنصری اوسکی — مثبت انقلابِ ارکانی
اس سے دیتے سپہر کو تشبیہ — گر نہ ہوتا ستارہ[۲۴] پیشانی
مانع سعیِ دل پسند اوسکو — ملکِ عالم کی تنگ میدانی
تیرے اوصاف کے صحیفہ ہین — صنعتِ کارنامہ مانی
گل جبینی[۲۵] پہ تیری قربان ہون — نوبہارِ ریاضِ رضوانی
بر[۲۶] ومندی آرزوئے حصول — کشتِ مطلب کی تیرے دہقانی
آستانہ[۲۷] پہ تیرے چرخ نہم — ہو نہ جائے بلند بنیانی
سمجھے ہے درجۂ شرفِ کیوان — قصرِ رفعت کی تیرے دربانی

۲۳- ممدوح کے بادپا کے مزاج مین ہوا کا عنصر بہت زیادہ ہے - اور یہی زیادتی اُن انقلابات کو ثابت کرتی ہے جو ارکان عالم مین ہوتے رہتے ہین - چار ارکان (عناصر) مین سے اگر کوئی عنصر حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو اعتدال قائم نہین رہتا

گر یکے زین چہار شد غالب — جان شیرین برآید از قالب

۲۴- ستارہ پیشانی = وہ گھوڑا جسکی پیشانی پر سفید نشان ہو وہ گھوڑا منحوس سمجھا جاتا ہے-

۲۵- گل جبینی = خندہ پیشانی - ریاض رضوانی = بہشت -

۲۶- ممدوح کی کشت مراد مین کاشت اور بار آوری مرادف ہین - یعنے ادھر بویا اور پھل آگیا -

۲۷- کیا عجب کہ چرخ نہم (عرش معلی) ممدوح کے آستان پر پہونچکر بلندی منزلت حاصل کرلے

شعلۂ شمع بزم کو تیرے
دعوئ حسن ماہ کنعانی

[۲۸] داغ مے تیرے جام عشرت سے
گل بداماں پاک دامانی

تیرے دشمن کے واسطے ناشق
زلف جاناں سے ہے پریشانی

اے سخن سنج نکتہ داں تیری
کس زباں سے کروں ثنا خوانی

مجھ سے ناکس کی ہمنشینی کا
تجھے دور کو شوق پنہانی

[۲۹] نہ یہ سمجھا ہوں سیر اختر سے
علم ظنی نہ ہووے ایقانی

[۳۰] حامل دفترِ مدیح سے یوں
مجھے پہونچا تھا علم اذعانی

کہ نہیں کیوں خیالِ طوفِ حرم
مومن اور اتنی نامسلمانی

---

۲۸ - مطلب یہ ہے کہ ممدوح کے جام عیش سے قطرۂ شراب گر کر دامن پر جو داغ پڑ جاتا ہے وہ بجائے (مایۂ عار ہونے کے) پاکدامنی کے دامن کی زینت کا باعث ہوتا ہے۔ پاکدامنی کے لیئے دامن تجویز کیا ہے اور دامن گل کو گل سے زینت ہے۔ داغ اور گل کا مقابلہ ظاہر ہے۔

۲۹ - یہ بات کہ حضور کو مجھ سے ملنے کا اشتیاق ہے مجھکو احکام نجومی سے دریافت نہیں ہوئی۔ کیونکہ نجوم کی بنیاد ظن و تخمین پر ہے نہ کہ علم والیقین پر۔ بلکہ دوسرے ذریعہ سے معلوم ہوئی جیسا کہ آگے لکھتے ہیں۔

۳۰ - علم اذعانی = وہ علم جو یقینی ہو اور جسکی تعمیل لازم ہو۔ حامل دفتر مدیح سے مراد وہ بزرگ (کرم اللہ) ہیں جو ممدوح کی طرف سے مومن کو حاضری دربار کی دعوت لیکر آئے تھے اور جن کی معرفت شاعر نے یہ معذرت کا قصیدہ روانہ کیا تھا۔

تجھے معلوم کیا ہنیسن ناداں | فرض ہے حج بہ نصِ قرآنی
کیونکہ ہو عذر بے زری مقبول | ہے خلافِ قیاس برہانی
اول اُس در پہ سجدہ ریزی کر | تا ملے مغفرت جاہِ کیوانی
پھر طواف حرم مین ہو مشغول | تیرے صدقے[۳۱] شروطِ ایمانی
کب تلک اعتکافِ بتخانہ | کب تلک کنج دیر و رہبانی
یوسفِ مصرِ نکتہ سنجی حیف | یون گرفتارِ چاہِ کنعانی
کیا پیام اور کیا پیام گذار | جسکی ہر بات وعظ عرفانی
آب و تابِ[۳۲] کلام سے اُسکی | آب ہو لولوئی و مرجانی
عالم[۳۳] مجملِ حدیث رسولؐ | واقف نکتہ ہائے فرقانی
اُسکے آگے علوم پیر فلک | سبق کودکِ دبستانی
دیکھ اشراق اُسکا افلاطون | کہے ھذا الحکیم ربانی
جبہہ[۳۴] خورشید سے فروزان تر | جبہہ سے دل زیادہ نورانی
شام پیری مین اوسکا وہ عالم | رز و روحین سے صبح ریعانی[۳۵]
کرم اللہ نام و ذات اوسکی | مظہر لطف ہائے یزدانی
ہے مجھے بھی خیالِ طوف حرم | خضر رہ گر ہو فضلِ رحمانی

۳۱ - ایمان کے شرائط (ارکان) تجھ پہ قربان ہون - ۳۲ - موتی اور مونگا ہونکی صفت بھی پانی پانی ہو جائے

۳۳ - محل = موقع و محل - مصداق - ۳۴ - جبہہ = پیشانی - ۳۵ - ریعان = عنفوان شباب - اٹھتی جوانی

تاکہ صحنِ منا[٣٦] مین کرڈالون — نفسِ امّارہ کو بھی قربانی
اُس[٣٧] سے افزون ہے شوق اُس در کا — جس سے حاصل ہو یہ بآسانی
کہ محرک ہے التفاتِ نہان — تاب فرسا ہے جذبِ روحانی
پھر کرون کیا کہ بن نہیں آتی — ورنہ مین اور تیہ ہیمانی[٣٨]
دشت گردی کے شوق نے مارا — ہون تو دیوانہ لیکن زندانی
سوچ سوچ اپنے دل مین ڈرتا ہون — گو ہون وسواس ہائے شیطانی
ہے ابھی آرزوئے وصلِ صنم — ہے ابھی حسرتِ ہوس رانی
فکرِ انجام سدِّ راہ ہوئی — سُن چکا ہون حدیثِ صنعانی[٣٩]

---

٣٦ - صحن منی = مکہ معظمہ مین ایک جگہ کا نام ہے جہاں حاجی قربانی کرتے ہیں۔ نفس امارہ = وہ نفس جو گناہون کا حکم دے - ٣٧ - معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح حج بیت اللہ کا عزم کر رہے ہین اور مومن کو بھی شریک سفر کرنا چاہتے ہین - مطلب یہ ہے کہ اس در (در ممدوح) کا شوق جسکی بدولت دولت حج نصیب ہو خانہ کعبہ کے اشتیاق سے بھی زیادہ ہے معاذ اللہ ابھی کعبہ کا یہ اشتیاق ابھی حج سے یہ بے نیازی دیکھو - غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین + حج کا ثواب نذر کر دونگا حضور کی + ٣٨ - تیہ ہیمانی = حیرانی اور سرگردانی کا جنگل - ٣٩ - صنعان - ایک بزرگ کا نام ہے جو سفر حج کے دوران مین غرور نفس سے گمراہ ہو کر راہ راست سے پھر گئے تھے مگر آخر مین ہدایت غیبی پھر دستگیر ہوئی مطلب یہ ہے کہ اندیشہ انجام کی وجہ سے عزم حج سے قاصر ہون کہین صنعان کیطرح مین بھی مبتلائے معاصی نہ ہو جاؤں کیونکہ ابھی مجھ مین حسرت ہوس رانی باقی ہے۔

بعد یک چند گر خدا چاہے — مین ہون اور تیرے در کی دربانی

آکے اُس بزم مین دکھاؤن گا — شعلہ ہائے خرد کی نیرائی

میرے سینہ کے صفحہ مین ہے رقم — علم دانا دلان یونانی

مجھ تلک پہونچے ہین اب وجد سے — ورثۂ نکتہ ہائے لقمانی

مہر افلاک عقل و دانش ہون — فطرتی ہے مری درخشانی

نسر[۴۰] طائر کو سمجھے ہے بے پر — مرغ فکرت کی بال جنبانی

وہ خردمند ہون کہے ہے مجھے — عقل اول حکیم لاثانی

مین روش دان حکم برجیسی — مین اوافہم سیر کیوانی

ہون وہ نباض جسکے ناخن مین — حرکات عروق شریانی

آئینہ ہے صفا سے دل میرا — کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

میرے خامہ کے جوش گریہ سے — روئے دیتا ہے ابر نیسانی

سامنے میری تر زبانی کے — نطق[۴۱] الکن حدیث سحبانی

میرے ربط کلام کو پہونچے — نثر[۴۲] سعدی نہ نظم سلمانی

---

۴۰ - نسرین = گدھ - آسمان پر دو ستارے ہین جو گدھ سے مشابہ ہین - ان مین سے ایک (نسر طائر) اُڑتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا (نسر واقع) گرتا ہوا نظر آتا ہے -

۴۱ - نطق الکن = ہکلے کی گفتگو - حدیث = بات - سحبان بن وائل فصیح عرب کا ذکر اوپر گذرا -

۴۲ - شیخ سعدی رح شیرازی کی نثر گلستان شہرہ آفاق ہوا اور دنیا کی متعدد زبانون مین ترجمہ کی جا چکی ہے - سلمان ساوہ کا ایک مشہور شاعر تھا جسکے قصائد جواب نہین رکھتے - آئندہ شعرون مین خاقانی - انوری - خسرو - کمال مشہور اساتذہ فارسی کا نام ہے جنکی تفصیل غیر ضروری سمجھی گئی

جانفزائی[۴۳] مرے سخن کی دیکھ — سم گئے خضر آبِ حیوانی

میرے[۴۴] زاغ قلم کی نیم صریر — صد صفیرِ ہزار دستانی

میرے گوہر تمام ناسفتہ — میرے یاقوت سب بدخشانی

میری[۴۵] نیرنگیٔ تخیل سے — سیمیاگر ہے روحِ نفسانی

ہیں وہ سرمایۂ بلاغت ہم — جسکے در کا گدا ہے خاقانی

انوری کے بیان مین ہے کہان — میری تقریر کی سی تابانی

ملک معنی کا شہریار ہے کہ — دیکھ خسرو مری قلمرانی

میری نسبت سے خاکِ ہند کو ہے — رونقِ سرمۂ صفاہانی

آج ہوتا کمال تو کہتا — اب تخلص[۴۶] سزا ہے نقصانی

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن — تا کجا لافہائے طولانی

جب تلک باعثِ نشاط زلال — ہے وصال و فراق جانانی

---

۴۳ - دیکھ = دیکھکر - سم گئے = زہر سمجھے -

۴۴ - میرے قلم کی ہلکی سی آواز بھی بلبل کی ہزار خوش الحانیون کا جواب ہے - قلم کو زاغ سے تشبیہ دیگئی ہے

۴۵ - سیمیاگر = وہ شخص جو علم سیمیا جانتا ہو - سیمیا ایک علم طلسم ہے جس مین موہوم اشیاء اصلی نظر آتی ہین - شعبدہ بازی - روح نفسانی نفس ناطقہ یا عقل کو کہتے ہین - روح جو عالم خیال مین طرح طرح کے شعبدے دکھاتی ہے دراصل یہ میرے تخیل کی نیرنگی کا طفیل ہے -

۴۶ - سزا ہے = لائق ہے -

تیرے حسا و ور نج کو نا کون — تیرے احباب اور تن آسانی
تیرا اقبال روز افزون ہو — جیسے مومن پہ لطف رحمانی

قصیدہ بمدح راجہ اجیت سنگھ برادر راجہ کرم سنگھ رئیس پٹیالہ

صبح ہوئی تو کیا ہوا ہے وہی تیرہ اختری[1] — کثرت دود سے سیاہ شعلۂ شمع خاوری
چشم ستارۂ سحر[2] لون زحل سے سرمہ سا — دشنۂ ترک چرخ سے تیز نگاہ مشتری
خط بیاض صبح دہ شعلۂ شمع اژدر سیہ — عکس سے جسکے آب ہو آئینۂ سکندری
یاد صبا کہ تند ہو یار خانہ خراب و جان گداز — خفیہ شمال[3] مین سموم باد صبا مین صرصری
سامعہ[4] سوز و دلخراش گریہ فزا و زخم ریز — نغمۂ نوک عندلیب قہقہہ گل طری

---

۱ = تیرہ اختری = نصیب کا سیاہ ہونا - بدقسمتی - شمع خاوری = آفتاب - دود کا لفظ تیرہ اختری کی مناسبت سے استعمال کیا ہے -

۲ - شاعر طالع کی واژون اثری کا رونا روتا ہے اور کہتا ہے کہ عجب انقلاب ہے کہ چشم ستارۂ سحر (زہرہ) رنگ زحل سے زیادہ سیاہ ہے - اور نگاہ مشتری خنجر ترک چرخ (مریخ) سے بڑھکر تیز ہے یعنے سعد ستارون مین قلب ماہیت ہو کر میرے حق مین نحوست کا اثر پیدا ہو گیا ہے - زہرہ کو اہل نجوم سعد اصغر اور مشتری کو سعد اکبر کہتے ہین - اسی طرح مریخ کو نحس اصغر اور زحل کو نحس اکبر مانتے ہین چشم کے لیے سرمہ اور ترک کیواسطے دشنہ کی رعایت ظاہر ہے -

۳ - باد شمال مین گرم لو کی اور صبا مین اندھی کی خاصیت مضمر ہے خانہ خراب یعنی خانہ خراب کن استعمال کیا ہے اور یہ مومن کی مجتہدانہ تراکیب مین سے ہے - ۴ - ماحصل یہ ہے کہ پھولون کے قہقہے اور بلبلون کے چہچہے بجائے خوش آیند ہونے کے ناگوار گذرتے ہین - طری = تروتازہ - تری غلط معلوم ہوتا ہے

مجکو فغان سے کام اور ذکر مین اہلِ خانقاہ — دیر مین شور بید خوان میکدہ مین نواگری

چار طرف ہے غلغلہ حیّ علی الفلاح[5] کا — بدظنیون سے عذر لنگ شدّتِ ضعف لاغری

شعلۂ[6] شمع سے فزون چہرہ مرا زریر گون — رنگ شفق سے بیشتر گریہ مرا مُعصفری

رشک[7] فزا نظارۂ صحبتِ ساکنان قعر — پستی بخت کو دکھائے گھر کی بلند منظری

صبح مری شبِ مریض شبِ اولین گور — زور[8] گداز بیم شام سختیٔ روز محشری

غم نہ سما سکا مرا بسکہ جہان تنگ ہین — چرخ[9] مین یہ محدّبی آگئی اور مُقعّری

صبح کی جب بہار ہے ساقی غنچہ لب ہو پاس — مے[10] سے عذار لالہ رنگ لب سے مذاق شکری

---

[5] - حیّ علی الفلاح (بہبودی اور فیروزی کی طرف آؤ) بدظنی = بدگمانی - موذن حیّ علی الفلاح کہتا ہے مگر مومن اپنی تیرہ اختری کے ہاتھون اسقدر مایوس ہے کہ اوسکو اپنی فلاح کے حصول مین شبہ ہے - لہذا وہ نماز کے لیے شدت ضعف کا جھوٹا عذر پیش کرتا ہے -

[6] - زریر گون = زریر کے رنگ کا - زریر ایک گھاس ہوتی ہے جسکا رنگ سبز مائل بہ زردی ہوتا ہے - معصفر = کسُم کے رنگ کا - سُرخ

[7] - گھر کی منظر بلند (بالاخانہ) پر چڑھکر جب نیچے نگاہ ڈالتا ہون تو پستیٔ بخت نظر آتی ہے یعنے ہمسایوں کا طرز زندگی دیکھکر اپنی حالت سے موازنہ کرتا ہون اور رشک سے جلتا ہون -

[8] - اِدھر شام کے خوف سے قوت زائل ہوئی جاتی ہے اُدھر دن کی شدت قیامت کا نمونہ ہے زور گداز خاص ترکیب ہے [9] کرہ کی بالائی سطح کو محدب کہتے ہین اور اندرونی سطح کو مقعر - [10] مذاق = ذائقہ - شکری = شیرین -

ہر حرکت محرک شوق مہیج ہوس — قلقل شیشہ قاقۂ مطرب طرفہ زیوری
بستر گل پہ خواب خوش سیر خوشی نشاط افزا — عطر لباس سے گلاب جسم و دماغ کی تری
رطل گران دم صبوح مست ہے شبینہ روح — سر بسر اہتزاز طبع رنج خمار سرسری
عطر مشام حور عین نہ فلک نو آفرین — ادخنہ و بخور سے عنبر و بان مجمری
ایک سے ایک کامیاب سینۂ حاسدان کباب — ایک طرف شراب ناب ایک طرف گزک دھری
جب نہ رہے طمع تو کیا خلد میں گھر ملے اگر — قصر زبرجد و مے لعل و جام گوہری
میرے یہ بخت ہائے بخت ایسے نصیب پائے! — چارہ پاس امید خضر مرگ علاج مضطری

۱ - ہر ایک حرکت شوق کو بیقرار کرنے والی اور ہوس کو جوش میں لانے والی ہو۔ اور شیشہ میں شراب کی آواز زیور پہننے والے مطرب کے نغمہ سے مشابہ ہو۔

۲ - رطل گران = پیمانہ کلان۔ صبوح = وقت صبح و شراب صبح۔ اہتزاز = خوشحالی سلسلۂ کلام یہ ہے کہ صبح کی بہار اور زندگی کا لطف جب ہے کہ یہ اور وہ سامان عشرت بہم ہوں ابھی روح رات کی شراب کے کیف سے مست ہو کہ صبح کو نیا دور شروع ہو طبیعت مجسم سرور ہو جائے اور خمار کی تکلیف اگر ہو بھی تو سرسری طور پر محسوس ہو۔ امتیاز غالباً عدم امتیاز کاتب ہے۔ اہتزاز مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۳ - ادخنہ = جمع ہے دخان کی یعنی دھواں۔ بخور = دھونی۔ بان = ایک خوشبو کا نام ہے مجمر = انگیٹھی۔ انگیٹھی میں جو عنبر و بان سلگائے جائیں اُن کی دھونی کی کثرت سے اونئے نو آسمان پیدا ہو جائیں اور حوروں کے دماغ کو اُن سے عطر کی سی طراوت محسوس ہو۔

طولِ امل[14] کی حد نہیں سازِ طرب کیا سنئے | بادشہی جہان ہو کم حیف دہانِ قلندری
یان کسے ہوسے نہ دان کہ ہم جیسے فقیر بے نوا | بندگی خدا تو ہو گر نہ ہو صاحب افسری
چرخ لئے جیسے چلتے جی کین بدری عنایتین | خاک کریگی بعد مرگ ویسی ہی مہر مادری
عشق[15] عیان کا کیا بیان حسن ہنر رہا نہان | قمری نالہ کش زبان میری ہے دل صنوبری
وہم برون شدن خیال - قید سے چھوٹنا محال | یان سے گریز کیا مجال - بندِ گران بے بیڑی
چھوٹے بھی گئے تو راہ بند جائے بجائے لامکان | کوئی عجب طلسم ہے گنبد چرخ چنبری
رغبت[16] وصل پر حذر یار کو ہائے ہائے ہے | نہ اُسے طاقتِ قرار نے ہوسِ ستمگری
کل سے زیادہ آج ہے غم کی فراہمی مباد | آج سے کل زیادہ ہو حال کی اپنے ابتری

[14] طول امل - آرزوؤں کی کثرت - افسوس جسکے نزدیک بادشاہی حقیر ہو اسکو فقیری نصیب ہو۔

[15] - شاعر نے اپنے عشق عیان کی رعایت سے اپنی زبان کو قمری نالہ کش اور حسن نہان (ہنر) کی بنا پر اپنے دلکو صنوبر قرار دیا ہے - قمری کا عشق صنوبر کے ساتھ مشہور ہے - مطلب یہ ہے کہ ادھر تو عشق کے ہاتھوں تباہ رہا اُدھر حسن ہنر کی بیقدری کی بدولت گمنامی نصیب ہوئی - یون سمجھیے کہ میری زبان قمری کیطرح نالان ہے اور میرا دل جو صنوبر کیطرح ہے نہان ہے شعر میں لف ونشر مرتب ہے - واضح رہے کہ صوفیائے کرام نے دل کو صنوبر کی صورت مانا ہے۔

[16] وصل پر حذر سے غالباً وصل رقیب کیطرف اشارہ ہے یعنی افسوس محبوب کو رقیب سے ملنے کی تمنا ہے اسے نہ اُسے قرار کا یارا ہے نہ ظلم کرنے کی خواہش میرے ناقص خیال میں یہ شعر خاص طور پر کاتبوں کی عنایت کا شکار ہوا ہے کہیں مومن کی روح شرمندہ نہ ہو۔

چرخ[۱۷] سے جنگ اور ایک جزو ضعیف چرخ ہے	طالع دون خراب ہو آپ کرے جو یاوری
آہ[۱۸] سے میرے گرم خشک زہرہ و ماہ کا مزاج	گریہ سے میرے سرد تر طبع بروج آذری
جان جہان کو دل دیا دشمن جان ہوا جہان	سر میں ہوا نظر میں یاس سینہ میں آہ زہری
یکہ و تنہا گروہ خصم یک تن و فوج خصم	یک جگر و ہزار نیش - یک سر و صد گرانی
جور سہوں وفا کروں حق وفا ادا کروں	یہ نہ کروں تو کیا کروں قہر ہے عشق و بیبری
قدر ہنر کو چاہیے عقل و تمیز و درک و فہم	دست کشادہ دل فراخ منعمی و تونگری
سو امرائے عصر تو بے خرد اور جہل دوست	بخل کے ساتھ ہر جگہ جمع ہیں بے ہنری
ایک[۱۹] جہان میں فیض رسان سو وہ برغم آسمان	آج یہاں ہے کل وہاں واہ کمال داوری

۱۷ - آسمان مجھ سے برسر پرخاش ہے اس صورت میں اگر میرا اختر طالع میرے موافق ہو بھی جائے تو بھی بے سود - کیونکہ میرا ستارہ جو آسمان کا ایک حقیر جزو ہے آسمان کی دشمنی سے خود تباہ ہو جائے گا -

۱۸ - زہرہ اور قمر کا خاصہ سرد مانا جاتا ہے مگر میرے نالۂ آتشین کے اثر سے دونوں کا مزاج گرم و خشک ہو گیا ہے - اسی طرح میرے رونے کی خاصیت سے بروج آتشی کا مزاج سرد و تر بن گیا ہے -

۱۹ - برغم آسمان = آسمان کی ضد پر - کیونکہ آسمان نہیں چاہتا کہ ممدوح کا فیض عام ہو - مگر شاعر کے نزدیک جبکی یہ خواہش ہے کہ مجھی پر مخصوص کرم ہو یہ مصیبت ہے کہ ایک منعم ہے کس کس پر احسان کرے -

راجہ اجیت سنگھ نامور روئے خاص و عام — جود[20] سے جسکے ہے نظام کارجہان کی ابتری

فیل نشین بنادیا خاک نشین کو اُسنے اب — خاک نہین فلک کو زیب لاف و گزاف برتری

چین سے زر۔ عدن سے در۔ کان سے لعل و گہر لئے — ایسا کہ جہان مین شہرہ ہے اُسکی غریب پروری

دست گہرفشان سے وہ نامہ اگر کرے رقم — دام ہما ہو[21] حسرت مرتبۂ کبوتری

لیتے[22] ہوئے گدا لئے جو بار عطا سے لعل و دُر — کلبۂ خاکروب ہو جیسے دکان جوہری

حاتم و معن پائمال اُسکے صف نعال[23] ہین — صدرنشین بزم کام بخشی و فیض گستری

لعل لب[24] اُسکے درفشان جیسے گہر نثار دست — جائزہ کم نہ آفرین دونون مین ہے برابری

۲۰ - کارجہان کی ابتری کا نظام بگڑ گیا ہے یعنے ابتری دور ہوکر حسنِ انتظام کا دوردورہ ہے۔ اسلوب بیان کی ندرت ملاحظہ کیجئے۔

۲۱ - اُس نامہ بری کے شوق مین ہما کو کبوتر بننے کی حسرت ہو۔ گویا یہ حسرت ہما کے لئے جال کا کام دے اور اُسکو پھانس کر لائے۔ تاکہ اوسے ممدوح کے قاصد بننے کی سعادت حاصل ہو۔

۲۲ - کلبہ = گوشہ دکان و مکان ۔ جب ممدوح کسی کو لعل و گہر دیتا ہے تو اُسکی بخشش اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ بہتسے جواہر سائل کے ہاتھ سے زمین پر گرجاتے ہین جنکی بدولت خاکروب مالا مال ہوجاتا ہے۔

۲۳ - صفِ نعال = محفل کی آخری صف جسکے قریب نعلین اتاری جاتی ہین۔

۲۴ - ممدوح اپنے مداحون کو انعام اور داد دونون یکسان دیتا ہے کیونکہ جیسے اُسکے ہاتھون سے گوہر برستے ہین ویسے ہی اُسکے منھ سے موتی جھڑتے ہین۔ لف و نشر غیر مرتب ہے۔

یک شب[۲۵] خرچ بزم کا نیمہ خراج نیمروز — بخشش ہفتہ حاصلِ دولت ہفت کشوری
ایک جہان گدائے دراور وہ سب کا معتقد[۲۶] — بے طمعی سے شیخ وقت جسکا سوال دیدیا
دورِ کرم مین اُسکے لعل خشکی لب کا ہے بہا — دُرِ یتیم کو کیے چشم یتیم کی تری
اس سے زیادہ اور کیا ہوویگی بخشش و عطا[۲۷] — کم رہے اکثرون سے ملک بیش نہ ہو مقرری
رونق لولیان[۲۸] بزم دیکھکر اوسکی جو دسے — تیرہ نگاہ بسکہ ہے لولی چرخ چنبری
ق
گرم دعائے بازگشت شکل بشر مین ہوئے خاک — بہرِ حصولِ زیور و چارۂ رشکِ زیوری

۲۵ - اُسکی بزم کا ایک رات کا خرچ ولایت نیمروز کی مالگذاری کا نصف ہے اور اوسکی ایک ہفتہ کی بخشش حکومت ہفت اقلیم کے برابر ہے - میری فہم ناقص مین فائدہ کا لفظ بیفائدہ ہے دولت چاہیئے -

۲۶ - معتقد = اسم مفعول یعنی جسپر سبکو اعتقاد ہو - دنیا آپ کے دروازے کی فقیر ہے اور آپ سب کے مرجع عقیدت - حتے کہ جو شخص آپ کے در پر فقیری مانگتا ہوا آیا تھا اوسکو منھ مانگی مراد ملی یعنے اتنا دیا کہ اب سائل کو طمع نہین رہی اور وہ اپنے زمانہ کا شیخ (پیر) کہلانے لگا -

۲۷ - مقرری = سرکاری مالگذاری - مطلب یہ ہے کہ ملک گیری سے احتراز کرنا اور مالگذاری مین اضافہ کرنا ممدوح کے ایثار کی بنا پر ہے - عصمت بی بی از بے چادری نیز ہوتی ہے

۲۸ - لولی = مطربہ - لولی چرخ = ستارہ زہرہ - ممدوح کی توجہ و نوازش سے لولیان محفل کی رونق دیکھکر زہرہ کو رشک ہوتا ہے اور اس غم سے اوسکی آنکھون مین دنیا تاریک ہے اس لئیے شریک بزم ہونے کی خاطر زہرہ پھر دنیا مین بصورت انسان آنے کی خواہشمند ہے -

۲۹ اُوسکے ادیم حشمت و مائدۂ جلال پر — خستہ ذُباب کی طنین طنطنۂ سکندری

۳۰ جوشِ طراوتِ مشام وجہ عطاسِ عز و جاہ — لطفِ نسیمِ مشک بیز خلق شمیمِ عنبری

۳۱ بوسہ روا ہر طریق سجدہ و شرک ہر فریق — سنگِ دراوس کا اک صنم رشکِ بتانِ آذری

تو وہ بہارِ باغِ حسن جسپہ کرے نثار جان — لالہ رخی سہی قدی گلبدنی سمن بری

لب کو مثال کسے دون لعل و عقیق بے مزا — گل مین کہان یہ نازکی گل مین کہان یہ اجری

۳۲ چشم کا تیری امتیاز روح فزا نظر فزا — گریۂ مستی و نگاہ روح گلاب و عبہری

۲۹ - ادیم = چمڑا - مجازاً دسترخوان - مائدہ = دسترخوان - خستہ ذباب = عاجز مکھی طنین = بھن بھناہٹ - طنطنہ = دبدبہ -

۳۰ - ممدوح کا لطف مشک بیز ہوا ہے - اور اوسکا خلق عنبر کی خوشبو ہے - جوشِ طراوت مشام کا تعلق لطف سے ہے اور وجہ عطاس عز و جاہ کا خلق سے - غرض یہ ہے کہ لطف کی ہوا سے دماغ کو تازگی ہوتی ہے اور خلق کی خوشبو سے عز و جاہ کو چھینک آتی ہے قاعدہ ہے کہ تیز خوشبو سے چھینک آیا کرتی ہے اور چھینک آنے سے دماغ کو تفریح ہوتی ہے عطاس = چھینک -

۳۱ - بوسۂ سنگ در (جس کو بت قرار دیا ہے) ہر مذہب مین جائز ہے البتہ سجدہ مین اختلاف ہے - آزر بت تراش حضرت ابراھیمؑ کے باپ یا چچا کا نام ہے یہ تشریح جدید مومن کی بدعت ہے -

۳۲ - تیری آنکھ کی ساخت روح و نظر کے لیئے باعث قوت ہے - گریہ مستی کے وقت تیری نگاہ کا یہ عالم ہوتا ہے گویا نرگس زرد (عبہر) مین روح گلاب ہے -

فصلِ بہار بعد یاس کس لیے غنچہ کھِلا ہوا ^{۳۳}	بزم میں تیری گر نہ تھی گل کو امیدِ ساغری
جمع ہیں تجھ میں عدل و حسن خانہ خرابیاں ^{۳۴}	مست شرابِ شراب سے تیری ساغری پری
اطلس چرخ زیر گرد جوش ہوا ہے رشک سے ^{۳۵}	آتش سینۂ نجوم غلیت آب پیکری
تو وہ سوار یکہ تاز ہو صفِ رزمگاہ میں ^{۳۶}	جا سکے نہ دیدہ جس کے ساتھ قطرہ زنی سے صفدری

۳۳ - فصلِ بہار میں یاس (خزاں و پژمردگی) کے بعد رکھا ہوا پھول از سرِ نو غنچہ بنا ہے تاکہ پھر پھول بن کر تیری بزم سے میں ساغر ہونے کا شرف ملے - گل ساغر سے مشابہ ہوتا ہے -

۳۴ - ممدوح میں عدل و حسن دونوں صفتیں جمع ہیں - لہذا جو اسباب کسی شے کی بربادی کے ہوتے ہیں اب وہی برباد ہیں جس کی وجہ سے شراب خود اُسکی خرابیاں سے مست ہے اور پری خود اُسکی پری روئی پہ مٹی ہوئی - اس لیے شراب اور پری جو خانہ بر انداز عالم تھے معطل ہو گئے - اور یہی تقاضائے عدل ہے -

۳۵ - اس شعر میں سہو کاتب سے تقدیم ہو گئی ہے - دراصل یہ توسن کی تعریف سے موخر ہونا چاہیے مطلب یہ ہے کہ ممدوح کی سواری دیکھ کر رشک کی وہ ہوا چلتی ہے کہ اطلس چرخ بھی غبار سے اٹ جاتی ہے اور ستاروں کو اپنے وجود سے اسقدر شرمندگی ہوتی ہے کہ اُن کا دل جلنے لگتا ہے - اطلس چرخ = عرش اعلیٰ - آب پیکر = ستارے - شعر میں چاروں عناصر کا نام آ گیا ہے -

۳۶ - قطرہ زنی = تیز رفتاری - تو میدانِ جنگ میں ایسا یکتا سوار ہے جس کا کوئی ساتھ نہیں دے سکتا - حتیٰ کہ صفدری (شجاعت) بھی تیرے ساتھ دوڑنے میں عاجز رہ جاتی ہے -

توسنِ بادپا ترا روزِ وغا لگا کے دوڑ — صرصرِ عاد کی ہوا دم میں دکھا گئی صرصری

سیرِ ریاض میں نسیم سطح ہوا پہ بوئے گل — عرصۂ حجر طے کرے آن میں لے شناوری

روز نبرد گرچہ ہو خصم جبان کے زیر ران[37] — توسن بربرین فلک تو بھی محال جان بری

اس تگ و دو کو کیا کہیں چرخ بر اک جہت میں — نیم قدم پہ رہ گئی طائری و لگا وری

ہائے سبک عنانیاں واہ گران رکابیاں[38] — گاہ غزال چین ہے وہ گاہ پلنگ بربری

مجھ سے[39] مدیح سنج کا پیکِ خیال گر نہ ہو — شاہ سوار کیا کرے کس سے ہوا میں چاکری

کر دیے دشمن[40] اس لیے تو نے زبون سرنگون — سجدہ کریں صفات پہ تا کہ ہو نیک محضری

تختۂ حریف[41] کا تباہ حال و تغیر کعبتین — نیل مرام و ششش جہت مہرۂ ششدری

---

۳۷ - جبان = بزدل -

۳۸ - شعر میں لف و نشر مرتب ہے - بربر = افریقہ کا ایک ملک جہاں کے چیتے مشہور ہیں

۳۹ - ممدوح کے توسن تیز رفتار کی خدمت اگر کسی سے ہو سکتی ہے تو میرے (شاعر کے) ہی خیال ہی سے ہو سکتی ہے - مومن نے اپنے تخیل کو ایک قاصد تیز رو فرض کیا ہے -

۴۰ - تو نے دشمنوں کو اس لیے سرنگون (پست) کیا ہے کہ اُن کی صفات پہ تیری نیک خوئی کے سامنے سجدہ کریں - سجدہ میں صورۃً سرنگون ہونے کی کیفیت پائی جاتی ہے -

۴۱ - ممدوح کے دشمن کا حال چوسر کے پانسوں کا سا ہے جو بدلتے رہتے ہیں اور اُس کے (دشمن کے) حصولِ مقصد اور شش جہت (دنیا) کی مثال ایسی ہے جیسے مہرہ اور مہرۂ ششدر جس سے مہرہ کا نکلنا دشوار ہوتا ہے - شعر میں مراعاۃ النظیر ہے -

جس[۴۲] نے مقابلہ کیا - یکگری سے چل دیا ‌ ‌ کیا کھلے ایک حملہ میں گرچہ کھلے دلاوری

چرخ[۴۳] سے کم تو کیا ہو وہ خود جو ضرب گرز اٹھائے ‌ ‌ ضربہ سے پہلے سر شکن بہر عدو ہے مغفری

ساکن چرخ و مہر و ماہ رام نہ ہوں تو کیا کریں ‌ ‌ تیغ میں یہ نہنگی اور طبع میں ہے غضنفری

افعیٔ رمح سینہ کو چیر کے دل نکال لے ‌ ‌ مار سیاہ زلف سے ہو نہ سکے یہ دلبری

بال و پر فرشتہ موت ہیں یا پر خدنگ ‌ ‌ دشنۂ تشنۂ قضا یا [illegible] تیر کی سری

خندۂ[۴۴] برق تیغ میں گرمیٔ مہر ماہ تیر ‌ ‌ گریۂ زخم تیر میں جوش سحاب آذری

شہرت ظلم و جور سے دور میں تیرے کیا عجب ‌ ‌ ہفت[۴۵] پدر اگر ہم ترک کریں برادری

رونق بزم و عزم رزم فر جلال و قدر جاہ ‌ ‌ تو نے بغایت کمال جمع کیے نہ سرسری

سینہ پہ روئے دلبران بر میں قبائے زری ‌ ‌ پاؤں پہ فرق سروران سر پہ کلاہ سروری

اسقدر[۴۶] اعتبار ہے اسقدر انقلاب حال ‌ ‌ یعنی ترے خدم کے ہیں طالع و بخت سنجری

۴۲ - جب دشمن کا کام ایک ہی حملہ میں تمام ہوجاتا ہے تو ممدوح کو اپنا زور شجاعت دکھانے کا پورا موقع کیونکر ملے

۴۳ - ممدوح کے گرز کی ضرب اٹھانے کے لیے اگر کوئی خود (آہنی ٹوپی) ہو بھی تو آسمان کے برابر تو ہو اس صورت میں ممدوح کا مدعا حاصل ہے کیونکہ دشمن کی سر شکنی کے لیے اسقدر [illegible] مغفر ہی کافی ہے اب ضرب گرز کی کیا ضرورت ہے - مغفر = خود -

۴۴ - تیر ایک فارسی مہینہ کا نام ہے جو ساون کے مطابق ہے - سحاب آذری = ماہ آذر (چیت) کا ابر بہار

۴۵ ہفت پدر = سات آسمان جو آبائے علوی کہلاتے ہیں - ضد امہات سفلی -

۴۶ - سنجر سلجوقیوں کا ایک عظیم الشان فرمانروا گذرا ہے جو آخر زمانہ حکومت میں ترکمانوں کے ہاتھ سے شکست کھا کر تباہی کی حالت میں مرا تھا - خدم = جمع ہے خادم کی -

ہے[47] ترے در پہ منحصر اب جو شرف تو جانے ننگ — ماہ کو بیتِ زہرہ - اور زہرہ کو برجِ مشتری

بسکہ خلف[48] محال تھا ہو گئی نسل منقطع — ذات پہ تیرے اسقدر ختم ہے پاک گوہری

ہے خرد مجسم و نکتہ نواز قدر دان — دیکھ نگاہِ غور سے تو مری نکتہ پروری

شاعرِ بے نظیر ہون سحر بیان دبیر ہون — دم ہے مرا نمونۂ معجزۂ پیمبری

سحرِ[49] حلال سے مرے جادوئے سامری خجل — طورِ کلیم اوجِ فکر - نورِ خدا افسون گری

لاف زنی پس ہیچ رسمِ قدیم کیا کرون — اس غمِ تازہ سے نہین مجکو امیدِ جانبری

۴۷ - منجمون کے نزدیک ماہ کا زہرہ کے ساتھ اور زہرہ کا مشتری کے ساتھ قران (اجتماع) سعد سمجھا جاتا ہے - لیکن اس دور مین شرف و سعادت صرف ممدوح کی آستان بوسی پر موقوف ہے -

۴۸ - خلف = نائب و جانشین - آپکی ذات اسقدر پاکیزہ ہے کہ جانشین آپکا ہم پایہ نہین ہوسکتا تھا جو صحیح معنون مین خلف کہا جاسکے - اس لئے آئندہ کو نسل ہی منقطع ہوگئی - معلوم نہین کہ اسکو مدح کہا جائے یا ہجو ملیح -

۴۹ - سحر حلال سے مراد شاعری ہے - سامری ایک ساحر کا نام ہے جس نے حضرت موسیٰ کی قوم کو گوسالہ کی پرستش پر آمادہ کیا تھا اور بعد کو حضرت موسیٰ کی بد دعا سے مبتلائے عذاب ہوا تھا - مدعا یہ ہے کہ میری شاعری سحر سامری کو شرمندہ کرتی ہے - مین ایسا کلیم (رقیب حضرت موسیٰ) ہون جسکا طور اوج فکر (بلند پروازی خیال) ہے جہان انوار الٰہی کی تجلی ہوئی تھی - بیان مجھپر فسون گری (شعر و سخن) کے راز کھلتے ہیں -

[۵۰] کفر حکایت غرور اور اسکے بغیر یہ محال ۔ تا متنبی و جریر عار ہے مجکو ہمسری

میری زبان مین وہ بات جس سے ملک سخن پہ ہے ۔ میرے بیان مین وہ سحر جس سے جنون زدہ پری

[۵۱] جبر لی عقوبت تازہ موکلان قہر ۔ بسکہ مرے حسد سے ہے تیرہ روان انوری

[۵۲] مجکو یہ گل زمین پسند آ گئی اتفاق سے ۔ مزرع غیر مین کسے ورنہ سر کدیوری

نان گدا بہ رغبت شاہ جہان غلط غلط ۔ با ہمہ برتری در روغ آرزوئے فروتری

اب نہین کی ہے اختیار نظم کو مین پہ زبان ۔ آپ مین لب پہ بوسہ زن ہندی تازہ تری

[۵۳] باغ مین اپنے ہر شجر تا بہ چنار و سرو و بید ۔ اول و آخر بہار باد فروش نو بری

[۵۰] ۔ غرور کی باتین کرنا میرے نزدیک داخل کفر ہے ۔ مگر دشواری یہ ہے کہ بغیر اسکے اپنا اظہار کمال جو سنت الشعرا ہے محال ہے ۔ بات تو یہ ہے کہ متنبی و جریر جیسے عرب کے مشہور شاعرون سے بھی برابری مین اپنی کسر شان سمجھتا ہون ۔ اصلاً مومن اپنی تعریف کو غرور نہین بلکہ امر واقع جانتا ہے ۔

[۵۱] ۔ چونکہ میرے حسد سے انوری کی روح تیرہ و تاریک ہے اس لیئے فرشتگان قہر انوری کو نئے نئے عذاب کیمد دیکھکر حیران ہین ۔ یعنی میرا حسد ہی اوسکی جان کے لیئے عذاب تازہ پیدا کرتا رہتا ہے ۔

[۵۲] ۔ کدیوری = کاشتکاری ۔ سر = خیال ۔ اس زمین مین اکثر شعرائے سلف نے طبع آزمائی کی ہے اس لیئے اسکو مزرع غیر کہا گیا ۔

[۵۳] میرے باغ سخن مین ہر درخت خواہ وہ چنار ۔ سرو یا بید ہی کیون نہ ہو بہار کے اول و آخر (ہمیشہ) اپنے پھل لانے پر نازان ہے ۔ یعنی سب سدا بہار ہین اور بار آور ۔

لذت^۵۴ مدح جانفزا تلخی ہجو تاب کاہ	شہد ہے یان تو شہد ناب صبر ہے تو سقوطری
^۵۵ مہر کی طلاقت لسان میری فصاحت کلام	چارۂ صدرہ آزما از پے گنگی و کری
^۵۶ میرے معاند و حسود ہرزہ ستائے رفتگان	چاچی خویش و بے خبر سست بلب کف آوری
ہین یہ سگان جیفہ خوار نغز سخن سے بے نصیب	کافر استخوان پرست طرفہ سگی و کافری
ہین وہ شہ سریر فضل جسکے خطیب کیلیئے	اوج و حضیض آسمان پست و بلند منبری
فرط^۵۷ حجاب سے نہین گرچہ لباس کا خیال	تو بھی تو بکر فکر کو ننگ ہے زہرہ معجری
قیمت^۵۸ حسن یوسفی میرے سخن کا رونما	ہے یہ وہ جنس جسکی بیع پایہ فزائے مشتری

۵۴ ۔ میرے مدحیہ قصیدے روح کو تازگی بخشتے ہین اور میری لکھی ہوئی ہجوین ہمت توڑ دیتی ہین میرے پاس اگر شہد (مدح) ہے تو خالص اور ایلوا ہے (ہجو) تو اصلی سقوطر ایک جزیرہ ہے جہاں کا ایلوا (صبر) مشہور ہے ۵۵ چارہ صد آزما = سو دفعہ کا آزمایا ہوا علاج ۔ میری گویائی گونگے پن اور بہرے پن دور کرنے کا مجرب علاج ہے ۔
۵۶ ۔ میرے مخالف جو شعرائے سلف کی تعریف کرتے ہین ۔ اصلاً یہ خود اپنی ہجو کرتے ہین اور اپنی نالائقی ثابت کرتے ہین ۔ اور ان کو خبر نہین ۔ ناحق غیظ کی وجہ سے منھ مین جھاگ بھر بھر لاتے ہین ۔ جیفہ = مردار ۔ ۵۷ بکر = کنواری ۔ بکر فکر = اچھوتے خیالات ۔ زہرہ معجری = زہرہ کی سی چادر ہونا ۔
۵۸ میرے جنس کلام کی بیع سے خود خریدار کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے مشتری گاہک ۔ رونما = منھ دکھائی ۔

حضرت مومن اسقدر لاف اگرچہ ہے درست — طول مقال عیب شعر جابہ عیوب سے بری

ختم سخن دعا پہ ہو۔ تا نہ اثر مین ہو کلام — اب ہو یہ قصۂ مختصر ختم ہوئی سخنوری

تاکہ ہے بیت ہفتمین قوت لولی فلک[۵۹] — تاکہ نہم مین ہے فرح بہر عروس خاوری

تجکو نصیب دولت صحبت نوجوان لگا — تجکو ہمیشہ عشرت تازہ عروس دربری

تا ہے الفت آزما نازو غرور دلربا — تا ہے آرزو فزا طرز ادائے دلبری

جور پہ تیرے جان نثار غارتیان دین و دل[۶۰] — وصل سے تیرے کامیاب لشکران عسکری

تاکہ ہو نوبہار مین قسمت رند مشربان — مستی و بے حجابی و نغمہ زنی و مے خوری

بہر حسود جام زہر۔ ساغر مے ترے لیے[۶۱] — تا نہ ہو ناگوار طبع تلخی بادۂ سکری

رقص و سرود سے تری انجمن نشاط گرم — شعلۂ دود عارض روشن زلف عنبری[۶۲]

سو سے ہزار گوش جان رو گئے زمین پہ زرفشان[۶۳] — باغ مین جب تلک اسطرح جلوہ کرے گل طری

تجکو نصیب بزم مین داد دہی صلہ دہی — تجکو مبارک ایکسو مدح گری گداگری

---

۵۹ - لولی فلک = زہرہ - عروس خاوری = آفتاب - جب زائچہ کے ساتوین خانہ مین زہرہ واقع ہوتا ہے تو صاحب طالع کے حق مین احکام نجوم موثر ہوتے ہین - اور جب نوین خانہ مین سورج ہوتا ہے تو خوشی کا باعث ہوتا ہے ۶۰ عسکر = ایک شہر کا نام جو بصرہ اور فارس کے درمیان ہے ۶۱ شراب مین جو تلخی ہوتی ہے وہ تیری خاطر شیرین بن جائے تاکہ ناگوار طبع نہ ہو -

۶۲ - تیری گرمی محفل مین اگر شعلہ ہو تو حسینونکے عارض روشن کا - اور دھوان ہو تو زلف عنبری کا

۶۳ - ہزار = بلبل - گل طری = گل تر - تازہ پھول - مصرع اول گل کی جلوہ گری کی کیفیت بیان کرتا ہے

مشہور شعراے اُردو کے دواوین

کلیات میر تقی میر	عہ	اکمل دیوان غالب	عہ	بستان داغ معہ ضمیمہ	ے	کلیات اکبر حصہ اول	عہ
انتخاب کلام میر مجلد	عا	دیوان غالب جیبی	عہ	آفتاب داغ	عہ	" حصہ دوم	عہ
انتخاب میر	عہ	دیوان غالب معہ فرہنگ	عہ	گلزار داغ	عہ	" حصہ سوم	عا
کلیات سودا	عہ	" معہ شرح حسرت	عہ	یادگار داغ	عا	کلیات نعت محسن کاکوروی	عہ
دیوان میر درد	عہ	" " نظم طباطبائی	عا	صنم خانۂ عشق (امیر مینائی)	عا	دیوان حالی	عہ
کلیات مومن	عہ	" " بیخود دہلوی مجلد	ے	مرآۃ الغیب	عہ	دیوان تعشق	۸
کلیات آتش	عہ	" " نظامی "	ے	دیوان میر وزارت علی جلیل	عہ	کلام شاد عظیم آبادی	عا
دیوان ناسخ	عہ	" سُہا	عا	نظم دل افروز (تسلیم)	عہ	غمگسار (حفیظ جونپوری)	[illegible]
دیوان ذوق مرتبہ آزاد	عا	" عبد الباری آسی	ے	دفتر خیال (")	عہ	خمخانۂ دل	[illegible]
دیوان ذوق	عہ	دیوان رنگین و انشا	عہ	منتخب الاشعار (نسیم	عہ	جان سخن (جلیل)	[illegible]
قصائد ذوق طبع اعلیٰ	عہ	دیوان جان صاحب	عہ	شکوہ آبادی)	عا	تاج سخن "	[illegible]
دیوان میر حسن	۸	دیوان سخن دہلوی	عہ	تنویر الاشعار "	عہ	بانگ درا (اقبال)	[illegible]
کلیات ظفر	ے	دیوان رند	۱۰	دیوان حاتم علی مہر	عہ	گلکدہ (عزیز لکھنوی)	[illegible]
دیوان ظفر جیبی	۱۲	دیوان مجروح	عہ	دیوان شاہ تراب	عہ	داغ جگر ـ جگر مرادآبادی	[illegible]
کلیات نظیر اکبرآبادی	عہ	مظہر عشق دیوان قلق	۸	مضمونہائے دلکش (جلال)	عہ	آتشستان	[illegible]
روح نظیر	عا	خورشید محشر	عہ	نظم نگارین (")	عہ	(اثر لکھنوی)	[illegible]